ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
23 جولائی 2003ء - ۲۲ جمادی الاول ۱۴۲۴ھ
www.tanzeem.org
جلد 12 شمارہ 26

- اسلام آباد اور کابل میں دُوریاں (اداریہ)
- اسرائیل کو تسلیم کرنے کے مضمرات (تجزیہ)
- کچھ اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں! (مکتوب بنگلہ دیش)

پیغمبرانہ طریق تربیت کی بنیاد : تعلق باللہ

یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ انسانی اعمال کے انضباط کا انحصار فکری یکجہتی اور پاکیزگی پر ہے۔ فکری یکجہتی و پاکیزگی کے لئے کسی ایسی ہستی کے ساتھ تعلق ضروری ہے جو انسان کے مادی اور حسی ماحول سے بالاتر ہو‘ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کے شعوری تعلق کو بنیاد بنایا ہے۔ قرآن و سنت کی نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں توحیدِ معبودیت اور توحیدِ ربوبیت کے ادراک سے عبودیت کا شعور پختہ ہوتا ہے‘ وہاں محبتِ الٰہی بندہ کی حیاتِ دینی کا مقصود قرار پاتی ہے۔ چنانچہ ہمارے دین میں اس امر کا اہتمام کیا گیا کہ تعلق باللہ بندۂ مومن کی ذات کے شعور و لاشعور کا حصّہ بن جائے۔ حضور ﷺ نے بچے کے کان میں اذان کہنے کا طریقہ اختیار فرمایا تا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا وہ احساس تازہ ہو جائے جو عہد الست میں پیدا ہوا تھا۔ تعلق باللہ ہی وہ واحد اساس ہے جو انسان کو راست روی کی طرف متوجہ کرتی ہے اور پیغمبرانہ طریق تربیت کی بنیاد ہے۔ حضور اکرم ﷺ انسان کو ایسی تربیت مہیا کرتے ہیں کہ انسان ہر لمحہ اپنے ربّ سے خاص تعلق رکھتا ہے اور تعامل کی الٰہی راہ پر گامزن ہوتا ہے‘ اس میں خشیتِ الٰہی اور محبتِ ربّ کی صفات پیدا ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیئے منہاجِ زندگی کی جانب رجوع کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ اس کی خلوتیں ہوں یا جلوتیں‘ عبادت ہو یا عملی جدوجہد‘ صنعت و تجارت کی مصروفیت ہو یا کاروبارِ سیاست‘ صلح و آتشی کے لمحات ہوں یا نزاع و جنگ کے اوقات‘ اس تعلق کی معراج یہ ہے کہ حبِ الٰہی ہر حال میں غالب ہو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تمام محبتوں پر غالب آنا اس تعلق کا فطری نتیجہ ہے۔

(جناب ڈاکٹر خالد علوی کی کتاب ’’انسان کامل ﷺ‘‘ سے ایک اقتباس)

سورۃ البقرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَاَمْسِكُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا تُمْسِكُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○﴾ (آیت ۲۳۱-۲۳۲)

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آ جائے تو پھر یا تو سیدھی طرح انہیں پاس رکھو یا پھر بھلے طریقے سے انہیں رخصت کرو۔ انہیں تکلیف پہنچانے کی خاطر نہ روکے رکھو (یعنی رجوع کر کے) کہ تم ان پر زیادتی کر سکو اور جو شخص یہ کام کرے گا تو وہ اپنے آپ پر ہی ظلم کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا مذاق نہ اڑاؤ اور اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا اور جو اس نے تم پر کتاب و حکمت نازل کی جس کے ذریعہ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ نیز جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں اپنے پہلے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جبکہ وہ معروف طریقے سے آپس میں نکاح کرنے پر راضی ہوں۔ جو کوئی تم میں سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اسی بات کی نصیحت کی جاتی ہے۔ یہی تمہارے لئے شائستہ اور پاکیزہ طریقہ ہے اور (اپنے احکام کی حکمت) اللہ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

اگر تم نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی ہو تو تم عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتے ہو لہٰذا یا تو اُن کو روک لو یا اچھے طریقے سے رخصت کر دو۔ لیکن اپنے طلاق دینے کے اختیار سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں محض مزید ستانے کے لئے نہ روکو۔ یعنی رجوع کرنا بیوی کو پریشان کرنے' تکلیف دینے یا تنگ کرنے کے لئے نہ ہو کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ جو کوئی ایسا کرے گا وہ اپنے اوپر بڑا ظلم کرے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں ان کو ٹھٹھا نہ بناؤ۔ قانون کے ساتھ اخلاقی تعلیم بھی ہونی چاہئے اور وہ ہے تقویٰ' یعنی خدا کا خوف۔ قانون تو یہ ہے کہ تم عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتے ہو لیکن تمہارا یہ رجوع کرنا بیوی کو واقعی بسانے' بھلائی اور خیر کے لئے ہونا چاہئے اُسے مزید ستانے کے لئے نہیں۔ کیونکہ نیت کے حوالے سے خدا کے ہاں جواب دہی کرنا ہو گی۔ پس تم اللہ کی شریعت کے احکام کو ہنسی مذاق اور کھیل نہ بناؤ۔ اللہ کی نعمت کی قدر کرو کہ اُس نے تم پر کتاب نازل کی جو سراسر حکمت سے معمور ہے اس کے ذریعے سے وہ تمہیں نصیحت کر رہا ہے۔ تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے وہ تمہاری نیتوں اور ارادوں کو بھی جانتا ہے۔

جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دے دو یعنی ایک یا دو طلاقیں اور اب وہ اپنی عدت پوری کر لیں اور دونوں دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو پھر کسی کو رکاوٹ نہیں بننا چاہئے۔ یہ ہدایت اس لئے ہے کہ لڑکی والوں کو تو مرد پر غصہ ہو گا کہ اس نے طلاق دے کر ہماری رسوائی کی ہے وہ اُس مرد سے نفرت کریں گے مگر انہیں رکاوٹ بننے سے منع کیا جا رہا ہے کہ اب جب مرد اور عورت دونوں کی مرضی ہے تو کوئی تیسرا فرد درمیان میں آڑ نہ بنے کیونکہ زندگی تو ان دونوں نے گزارنی ہے۔ اگر وہ آپس میں راضی ہو رہے ہیں تو کسی دوسرے کو معترض نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں البتہ اگر تین طلاقیں ہو چکی ہوں تو پھر وہ دونوں آپس میں راضی بھی ہو جائیں تو دوبارہ نکاح نہیں کر سکتے۔ البتہ اگر وہ عورت کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر لے اور وہاں سے بھی اُسے طلاق ہو جائے تو پھر وہ اپنے شوہر سے شادی کر سکتی ہے۔ اس کا حکم پیچھے گزر چکا ہے۔ مختصر یہ کہ اگر طلاق رجعی کے بعد عدت بھی گزر جائے تو اب اگر مرد و عورت دوبارہ میاں بیوی بننا چاہیں تو نکاح کر سکتے ہیں۔ کسی تیسرے فرد کو خاص طور پر عورت کے لواحقین کو اُن کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے۔ یہ ہے وہ بات جس کی تم میں سے اُن لوگوں کو نصیحت کی جا رہی ہے جو واقعتاً اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہی تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ بھی ہے اور صاف ستھرا بھی۔ ان معاملات کی حقیقت کو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

☆☆☆

فرمانِ نبوی — چوہدری رحمت اللہ بٹر

دایاں ہاتھ استعمال کرنے کی ہدایت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِیَاْكُلْ اَحَدُكُمْ بِیَمِیْنِهٖ وَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِهٖ وَلْیَاْخُذْ بِیَمِیْنِهٖ' وَلْیُعْطِ بِیَمِیْنِهٖ' فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَیَشْرَبُ بِشِمَالِهٖ' وَیُعْطِیْ بِشِمَالِهٖ' وَیَاْخُذُ بِشِمَالِهٖ)) (اخرجه ابن ماجه)

''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں دائیں ہاتھ سے کھانا چاہئے اور دائیں ہاتھ ہی سے پینا' کسی چیز کو پکڑنا اور دینا چاہئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا' پیتا' پکڑتا اور دیتا ہے۔''

دایاں ہاتھ اللہ تعالیٰ نے تمام اچھے کاموں کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ اس لئے بندہ مؤمن کو تمام اعمال دائیں ہاتھ سے ادا کرنے چاہئیں۔ ہاتھ تو استعمال کرنا ہی ہے تو کیوں نہ دایاں ہی استعمال کیا جائے لیکن غارت ہو شیطان کہ وہ بہت سے انسانوں کو اپنا ہمنوا بنا ہی لیتا ہے اور وہ بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کو باعث افتخار سمجھ بیٹھتے ہیں۔

17-7-03

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرقان دانش خان

اسلام آباد اور کابل میں دُوریاں

افغانستان میں پاکستان کے خلاف نفرت اور عداوت کے جذبات پھیلانے کی شرانگیز مہم اپنے عروج پر ہے' جس کی ابتداء ایک ایسے موہوم الزام سے کی گئی ہے کہ خود افغان وزیر خارجہ بھی اس الزام کی تصدیق نہیں کر پا رہے۔ بی بی سی سے گفتگو کرتے ہوئے جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا پاکستان نے واقعی افغان سرحدی علاقوں میں مداخلت کی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس بات کی تحقیق ہو رہی ہے اور ہم تحقیقاتی رپورٹ آنے کے بعد ہی اس پر تبصرہ کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے کہ پاکستان نے ہمارے علاقے پر قبضہ کیا ہے یا نہیں''۔

اس تحقیقاتی رپورٹ کے آنے سے پہلے ہی افغانستان میں پاکستان سے نفرت کے اظہار کے طور پر جو کارروائیاں ہوئیں وہ اس بات کی غمازی کر رہی ہیں کہ بعض عناصر پاکستان اور افغانستان میں دوریاں پیدا کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ ان کارروائیوں کو افغان حکومت کی سرپرستی حاصل ہے۔ اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ 9 جولائی کو پاکستانی سفارت خانے پر حملے کی قیادت افغان سٹیٹ بنک کے گورنر انوار الحق احدی نے کی' ان کے علاوہ کئی دیگر حکومتی نمائندوں اور سرکاری اہلکاروں نے بھی اس مظاہرے میں حصہ لیا اور انتظامیہ اس تمام کارروائی پر خاموش تماشائی بنی رہی۔ کابل کے علاوہ مزار شریف' لغمان اور قندھار میں بھی پاکستان کے خلاف مظاہرے اور جلسے ہوئے ہیں جن میں انتظامیہ کے اعلیٰ عہدیداروں کے علاوہ افغان صدر حامد کرزئی کے بھائی احمد ولی کرزئی نے بھی شرکت کی۔ ان مظاہروں اور جلسوں میں بھی پاکستان کے خلاف سخت زبان استعمال کی گئی اور سرحدی مداخلت کا الزام لگا کر پاکستان کو منہ توڑ جواب دینے کی دھمکی دی گئی۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ موجودہ افغان حکومت اور انتظامیہ دراصل بھارت کی زبان بول رہی ہے۔ مزید برآں خوست میں مجاہدین کے ساتھ ایک جھڑپ میں دو اسرائیلی کمانڈوز کی ہلاکت اور بعض دوسرے شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کارروائیوں میں بیرونی قوتیں براہ راست ملوث ہیں' جن کا مقصد پاکستان کے لئے اس کی مغربی سرحدوں پر خطرات پیدا کرنا ہے' حال ہی میں کوئٹہ میں ہونے والے سانحہ کو بھی واقفانِ حال اسی سلسلے کی ایک کڑی قرار دیتے ہیں۔ اس ساری صورت حال میں امریکا بظاہر غیر جانبدار اور غیر متعلق نظر آ رہا ہے' شاید اس لئے کہ امریکا اس طرح پاکستان پر دباؤ بڑھا کر پاکستان میں اپنے وجود کو مستحکم کرنا چاہتا ہے۔

ان تمام حقائق کے باوجود اس حقیقت کو جھٹلانا ممکن نہیں کہ یہ سب صدر مشرف کی عاجلانہ اور خوف کے عالم میں اختیار کردہ پالیسیوں ہی کا نتیجہ ہے۔ کابل اور کوئٹہ کے واقعات یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ جنرل صاحب کی پالیسیوں نے ملک کو سراسر خسارے سے دوچار کیا۔ اگر پاکستان 11 ستمبر 2001ء کے بعد امریکیوں کو اپنی فضائیں اور زمین استعمال نہ کرنے دیتا تو امریکی 2011ء تک بھی افغانستان پر قابض نہ ہو سکتے تھے۔ لیکن صدر مشرف نے یہ سب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''پاکستان کو بچا لیا گیا''۔ اس وقت ایک مرد درویش نے صدر کو آنے والے ان حالات اور حقائق کی جھلک دکھائی تھی جنہیں آج کے اخبارات چیخ چیخ کر طشت ازبام کر رہے ہیں۔ 16 ستمبر 2001ء کو علماء و مشائخ کے ایک اجتماع میں صدر مشرف کی خدمت میں ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نتائج و عواقب بیان کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے فرمایا تھا:

> ''طالبان افغانستان کے خلاف امریکہ کی مدد عدل و انصاف کے مسلمہ اصولوں سے غداری ہے' یہ غیرت و حمیت کے بھی خلاف ہے کہ ہم کل تک جن کے دوست اور معاون تھے نہ صرف یہ کہ ان سے نگاہیں پھیر لیں بلکہ ان کے دشمنوں کے آلہ کار بن جائیں' مزید برآں یہ اسلام کے احکام سے بھی بغاوت ہے کہ ایک مسلمان قوم کے خلاف کفار کا ساتھ دیا جائے...... نیز جن مصلحتوں کے پیش نظر آپ اس وقت یہ طرزِ عمل اختیار کر رہے ہیں وہ بالکل عارضی ہیں...... چونکہ اس کی پشت پر اصلاً یہودی سازش کارفرما ہے' لہٰذا جلد یا بدیر ہمارا نمبر بھی آ کر رہے گا' بالخصوص ہماری ایٹمی صلاحیت پر تو ہلہ بول ہی دیا جائے گا''۔

اس وقت اس صدا پر کان نہ دھرا گیا اور آج حالات بالکل اسی طرف جا رہے ہیں جن کی نشاندہی کی گئی تھی۔ تاہم صدر مشرف کے لئے اب بھی وقت ہے کہ وہ اپنی پالیسیوں کا حشر دیکھتے ہوئے واپس لوٹیں اور امریکہ کی انگلی پکڑ کر چلنے کے بجائے اپنی ٹانگوں پر چلنا سیکھیں۔ رب نے ان کے لئے موقع پیدا کیا ہے کہ وہ اپنی پالیسیوں کی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے ازالہ کے طور پر پاکستان کو ایک مثالی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف پیش رفت کریں۔ ورنہ دین حق سے روگردانی کرنے والے فرعونوں اور ہامانوں کو قدرت ''نشانِ عبرت'' بنا دیا کرتی ہے۔ OO

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 12 شمارہ 26

17 تا 23 جولائی 2003ء

(۱۶ تا ۲۲ جمادی الاوّل ۱۴۲۴ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

ادارہ تحریر: سید قاسم محمود' مرزا ایوب بیگ

سردار اعوان' محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور

فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110

E-Mail:markaz@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زرتعاون

اندرونِ ملک......250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ

..........1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ

..........2200 روپے

موجودہ عالمی صورتِ حال کا تجزیہ

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد

کے 11 جولائی 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

اس وقت دنیا پر بے خدا تہذیب اور نظام کا غلبہ ہے۔اس تہذیب کے تین سنگ ہائے میل ہیں:

1: سیکولرازم' یعنی مذہب کا سیاست اور ریاست سے کوئی تعلق نہیں۔

2: سود اور جوئے پر مبنی معاشی نظام' جس میں سود کا مرکز بینکنگ سسٹم' جبکہ جوئے کا مرکز سٹاک ایکسچینج ہے۔

3: بے حیائی پر مبنی مادر پدر آزاد معاشرت۔

اگر ان تین اصولوں کی بنا پر اس تہذیب کو شیطانی تہذیب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔اس عالمی تہذیب کے اثرات سے مکمل طور پر آج کوئی بھی بچا ہوا نہیں ہے۔ چنانچہ آج ہمارا ذہن' ہماری سوچ سیکولر ہو چکی ہے۔ ہم انفرادی زندگی میں تو کسی حد تک مذہب کا عمل دخل تسلیم کرتے ہیں لیکن اجتماعی وسیاسی زندگی میں اللہ کے احکامات کو نافذ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ معاشی سطح پر سود اور لاٹری ہماری زندگی کا حصہ بن چکے ہیں۔فحاشی اور بے حیائی میں جس طرح آج مسلمان ملوث ہیں اس کی ماضی میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تہذیب کے پیچھے ''ڈرائیونگ فورس'' کون لوگ ہیں' وہ اس کے ذریعے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے اس تہذیب کے عالمی غلبے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟

بظاہر اس تہذیب کا سب سے بڑا علمبردار اور نمائندہ امریکہ ہے لیکن امریکہ کی حیثیت کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں۔ دراصل یہ عالمی تہذیب یہودیوں کے ذہن کی اختراع ہے جنہوں نے امریکہ کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔

یہودی قوم حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ان کی تاریخ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے دور میں اور بعد میں بھی یہود نے اللہ کی نافرمانیوں اور شرارتوں کا سلسلہ جاری رکھا' جس کے باعث متعدد بار ان پر اللہ کے عذاب کا کوڑا برسا۔ اللہ کی طرف سے ان پر ایک بڑا عذاب رُومیوں کے ہاتھوں 70 عیسوی میں آیا' جب ٹائیٹس نامی رومی جرنیل نے ان کی شرارتوں کے باعث انہیں تہ تیغ کیا اور جو زندہ بچ گئے انہیں فلسطین سے نکال باہر کیا۔ان کی شرارتوں کے باعث پوری دنیا ان سے نفرت کرتی تھی' لہٰذا انہیں کہیں پناہ نہ ملی۔ یہ دنیا کے مختلف خطوں میں شہری آبادیوں کے باہر جھگیوں میں رہنے لگے۔ یورپ میں انہیں شہری آبادی میں داخل ہونے تک کی اجازت نہ تھی۔ اس عرصے کے دوران انہیں سکون کا سانس لینے کا موقع صرف سپین میں اُس وقت ملا جب طارق بن زیاد نے سپین پر حملہ کیا تو وہاں پر آباد یہودیوں نے مسلمانوں کی عیسائیوں کے خلاف مدد کی اور مسلمانوں نے یہ علاقہ فتح کر لیا۔اس کے بدلے میں یہود کو مسلم سپین میں بڑے بڑے عہدے ملے۔ یہ وہ دور تھا جب یورپ علمی طور پر تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے سپین میں یونیورسٹیاں قائم کیں۔ ان یونیورسٹیوں میں فرانس اور جرمنی کے نوجوان علم کی پیاس بجھانے کے لئے آتے تھے اور یہاں سے وہ اسلامی تعلیمات کے سنہری اصولوں سے روشناس ہوتے تھے۔لیکن سپین کے یہودیوں نے' جنہیں مسلمانوں کی حکومت میں بڑا اثر ورسوخ اور عمل دخل حاصل تھا' عیسائیوں کی دشمنی میں اسلامی تعلیمات کے اندر زہر ملانا شروع کر دیا۔ چنانچہ یہود کی اس سازش کے زیر اثر مغرب میں احیاء العلوم (Renaissance) کی جو تحریک چلی اس میں اسلام کے ''اصولِ آزادی'' کا مطلب مادر پدر آزادی لے لیا گیا۔اسی طرح ''مساواتِ انسانی'' کی بگڑی ہوئی شکل مساواتِ مرد وزن کا نعرہ ہے' جس کے باعث مغربی معاشرہ افراط کا شکار ہو کر انسانیت سے دور ہو گیا۔ اس کے علاوہ یہودیوں کی اس سازش کا ایک اثر یہ ہوا کہ مغرب میں مذہب بیزاری اور چرچ سے نفرت کے آثار پیدا ہونے لگے اور نتیجتاً عالم عیسائیت دو فرقوں کیتھولک اور پروٹسٹنٹس میں بٹ گیا۔ کیتھولک مسلک میں سود حرام مطلق تھا' لیکن پروٹسٹنٹ کے ذریعے یہود نے سود کو حلال قرار دیا اور یوں بینکنگ سسٹم کی بنیاد رکھی۔ اس بینکنگ سسٹم کے ذریعے یہود نے پہلے برطانیہ کو اپنے شکنجے میں جکڑا اور اب امریکہ ان چنگل میں ہے۔ علامہ اقبال کی دُور رس نگاہ نے اس بات کو بھانپ لیا تھا کہ ''فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے'' چنانچہ یہود کے بنائے ہوئے اس بینکنگ سسٹم کے بارے میں علامہ اقبالؒ کے ان اشعار سے بہتر کوئی تبصرہ نہیں ہو سکتا۔

ایں بنوک ایں فکرِ چالاکِ یہود
نورِ حق از سینۂ آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام!

یہاں تک تو اس بات کا بیان ہوا کہ یہودیوں نے موجودہ عالمی شیطانی تہذیب کے غلبہ کے کیا طریقہ اختیار کیا' لیکن اس کے پیچھے ان کے مقاصد کیا ہیں' اب ہم اس طرف آتے ہیں۔ اختصار کے ساتھ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہود اس تہذیب کے ذریعے حضرت انسان کو شرف انسانیت سے محروم کر کے حیوانیت کی سطح پر لانا چاہتے ہیں تا کہ انہیں جانوروں کی طرح استعمال کر کے اپنا غلام بنا سکیں اور ان کی کمائی ہوئی دولت کا ایک بڑا حصہ خود ہڑپ کر سکیں۔

ان کے ان مقاصد کی تکمیل کی راہ میں پہلے عالم عیسائیت مزاحم تھا' چنانچہ انہوں نے اُسے اپنے شکنجے میں جکڑا۔ اب انہیں اپنے اس کام میں سب سے زیادہ خطرہ اسلام اور مسلمانوں سے ہے۔ مزید برآں یہود کی اسلام اور مسلم دشمنی کے پیچھے حسد کا جذبہ بھی کارفرما ہے اور حسد کے باعث یہود کی اسلام دشمنی کا آغاز حضور ﷺ کی بعثت سے ہوتا ہے۔ دراصل یہودی بھی حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے آخری نبی کی آمد کے منتظر تھے اور انہیں یقین تھا کہ وہ نبی ان ہی میں سے ہوگا' لیکن اللہ نے حضور ﷺ کو عربوں میں پیدا فرمایا اور آپؐ کے ذریعے ایک نئی امت مسلمہ کی بنیاد رکھی جو اس بات کا ثبوت تھا کہ اللہ نے یہود کو اس دنیا میں اپنی نمائندہ امت ہونے کے شرف سے محروم کر دیا۔ اپنی معزولی کے باعث یہود حسد کی آگ میں جلنے لگے اور حضور ﷺ اور مسلمانوں کے دشمن بن گئے۔ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے ان کی سازشوں کا یہ سلسلہ دراصل حضور اکرم ﷺ کے دَور ہی سے جاری ہے' اگرچہ

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی سازشوں کو ناکام بناتا رہا ہے۔ اسی کا ذکر قرآن حکیم کی سورۃ الصف اور سورۃ التوبہ میں ہے:

''یہ (یہود) چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں' حالانکہ اللہ اپنے نور کا اتمام کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی کیوں نہ ہوں۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے باقی سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو کتنا ہی برا لگے''۔ (الصف: 8'9)

ذرا سے لفظی فرق کے ساتھ یہی الفاظ سورۃ التوبہ میں بھی وارد ہوئے ہیں:

''یہ (یہود) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کا اتمام کئے بغیر نہیں رہے گا اگرچہ یہ کافروں کو برا ہی لگے۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا' تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کر دے' اگرچہ مشرکوں کو کتنا ہی برا لگے''۔

(التوبہ: 32'33)

نظری اور فکری اعتبار سے تو نورِ توحید کا اتمام ہو چکا' لیکن توحید کے نظام کا کُل عالم پر غالب ہونے کا مرحلہ ابھی باقی ہے۔ ان آیات میں مؤخر الذکر غلبہ ہی مراد ہے۔ بہر حال ان دونوں آیات کا حاصل یہ ہے کہ دشمن چاہے کچھ بھی کر لیں' اللہ اپنے دین حق کو پورے عالم میں غالب کر کے رہے گا' کیونکہ حضور ﷺ پورے عالم کے لئے نبی اور رسولؐ بنا کر بھیجے گئے تھے' جیسا کہ سورۂ سبا میں ہے:

''اور ہم نے آپؐ کو پوری انسانیت کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے''۔ (آیت: 28)

گویا حضور ﷺ کی بعثت عالمی تھی اور آپؐ کی بعثت کا مقصد اسی وقت پورا ہوگا جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہوگا۔ قرآن کی مذکورہ بالا آیات سے جہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بالآخر اتمام نورِ الٰہی اور غلبہ دین الٰہی ہو کر رہے گا' وہاں صحیح احادیث میں بھی قیامت سے قبل پوری دنیا میں اسلام کے غلبے کی نوید سنائی گئی ہے۔ اس بنا پر بقول اقبال اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!

لیکن یہ کام کرے گا کون؟ جبکہ حضور اکرم ﷺ ہم میں موجود نہیں ہیں۔ دراصل حضور اکرم ﷺ کی وساطت سے اب یہ اس امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ آپؐ کے مشن یعنی آپؐ کے مقصد بعثت کی تکمیل کے لئے جدوجہد کرے ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے!

حضور اکرم ﷺ کے دور میں دین اسلام کو اوّلاً عرب میں غلبہ حاصل ہوا اور بعد ازاں یہ غلبہ افریقہ' ایشیا اور یورپ کی سرحدوں تک وسیع ہو گیا' لیکن پورے عالم پر ابھی یہ غلبہ ہونا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد موجودہ دور میں اس کام کا دوبارہ ہونا انتہائی مشکل کام ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اب آپ ﷺ ہم میں موجود نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ آج پورا عالم کفر اس کا راستہ روکنے کے لئے کھڑا ہے۔ چنانچہ نیٹو (NATO) کی تنظیم نو کے موقع پر کہا گیا کہ اب ہمیں اسلامی بنیاد پرستی سے خطرہ ہے۔ اسی طرح آج دہشت گردی کی دہائی بھی دراصل اسلام ہی کے خلاف ہے۔ تیسرے یہ کہ عالم اسلام میں دین حق کے غلبہ کی ذمہ داری سے انحراف کے باعث اللہ کی طرف سے ذلت و مسکنت کے عذاب کے باعث عالم کفر کی یلغار کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں۔ صرف امید کی ایک کرن نظر آتی ہے' اور وہ ہے پورے عالم اسلام میں احیائے اسلام کا ابھرتا ہوا جذبہ اور امنگ۔ اس وقت پورا عالم کفر اسی جذبہ سے خوفزدہ ہے اور یہود اسی کو کچلنے کے لئے آج امریکہ کی قوت کو استعمال کر رہے ہیں۔ یہ درحقیقت قیامت سے قبل حق و باطل میں ہونے والے اس بڑے تصادم کی تمہید ہے جس کی خبر احادیث اور انجیل میں دی گئی ہے اور مغرب اس جنگ کو آرمیگاڈان کے نام سے تعبیر کر رہا ہے۔ اس جنگ میں عالم کفر متحد ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے گا۔ اولاً دین حق سے روگردانی اور دینی ذمہ داریوں سے انحراف کی پاداش میں مسلمانوں بالخصوص عربوں کا کافی نقصان ہوگا' لیکن جیسا کہ قرآن اور احادیث میں خبر دی گئی ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کے دین کا غلبہ ہوگا' لہٰذا پانسہ پلٹے گا اور بالآخر کفر مغلوب ہوگا۔ آج ہمارا امتحان یہ ہے کہ ہم اس عالمی شیطانی تہذیب سے بچنے' اس کا مقابلہ کرنے اور اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے اپنا تن من دھن نچھاور کرتے ہیں یا نہیں؟

اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے طریقہ کون سا اختیار کیا جائے' اس بارے میں ان شاء اللہ اگلے جمعہ گفتگو ہوگی۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ
دینی تعلیم و تربیت سے بھی مستفید ہوں تو

قرآن کالج
آف آرٹس اینڈ سائنس (BISE الحاق شدہ)
191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن لاہور
فون: 5833637 - 5860024

F.A (Arts Group)
F.A (Gen.Science)
I.Com (Banking)
I.Com (Computer)
ICS (Math+Stat+Comp.)
ICS (Math+Phys.+Comp.)
B.A (Eco.+Maths)
B.A(Other Combinations)

میں داخلہ لیجئے۔ انٹرمیڈیٹ کلاسز میں داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 24 جولائی ہے

موقع پر تشریف لا کر کالج کی عمارت' لائبریری' کمپیوٹر لیب اور شاندار ''قرآن آڈیٹوریم'' کا معائنہ بھی کیجئے۔ نیز کالج کا تعارفی بروشر مفت اور پراسپکٹس -/30 روپے میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ڈاک سے منگوانے کے لئے -/40 روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔

زیر اہتمام
مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور (فون: 03-5869501)

صدر مؤسس
ڈاکٹر اسرار احمد

ذہین و مستحق طلبہ کے لئے وظائف کی سہولت

اسرائیل کو تسلیم کرنے کے مضمرات

تحریر: مرزا ایوب بیگ

قومی جذبات اور رجحانات کو یکسر مسترد کرنے کے معاملے میں جس قدر جرأت یا صحیح تر الفاظ میں جس قدر ڈھٹائی کا مظاہرہ صدر مشرف نے کیا ہے پاکستان کی اب تک کی تاریخ میں کسی نے نہیں کیا تھا۔ اسرائیل پاکستانیوں کے لئے ہمیشہ شجرِ ممنوعہ رہا۔ پاکستانیوں کے پاسپورٹ پر اسرائیل جانے کی واضح ممانعت درج ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ماضی میں اسرائیل کو تسلیم کرنے یا اُس سے راہ و رسم بڑھانے کے لئے کوئی ترغیب تشویق نہیں دلائی گئی۔ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان جب دولتِ مشترکہ کے اجلاس میں شرکت کرنے لندن گئے تو وہاں اچانک ایجنڈے میں یہ شق شامل کر دی گئی کہ اسرائیل کو بھی کامن ویلتھ کا رکن بنالیا جائے جس کا لیاقت علی خان نے فوری نوٹس لیا اور دھمکی دی کہ وہ کانفرنس سے واک آؤٹ کر جائیں گے اور پاکستان دولتِ مشترکہ سے الگ ہو جائے گا۔ جس پر اس تجویز کو واپس لے لیا گیا۔ بعد ازاں لیاقت علی خان کو امریکی صنعت کاروں اور دیگر سرمایہ داروں نے بڑی ہمدردی سے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ پاکستان ایک نوزائیدہ ریاست ہے اسے بہت سے معاشی مسائل درپیش ہیں ان مسائل سے نمٹنے کے لئے امریکہ کے سرمایہ کار پاکستان کو بڑی سطح پر امداد دینے اور پاکستان میں سرمایہ کاری کرنے کے لئے تیار ہیں۔ شرط یہ ہے کہ پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرلے۔ لیاقت علی خان بڑے تحمل اور سکون سے ان کے ہمدردانہ مشورے سنتے رہے آخر میں مسکرا کر صرف اتنا جواب دیا: Our soul is not for sale بالفاظِ دیگر یہ ظاہر کیا یقیناً اسرائیل کو تسلیم کرنے کے ہمیں بہت سے اقتصادی فائدے حاصل ہوں گے لیکن مادی فوائد کے حصول کی خاطر ہم اپنی روح کا سودا نہیں کر سکتے۔ یعنی اسرائیل کو تسلیم کرنا پاکستانیوں کے لئے روحانی سطح پر موت کو گلے لگانے کے مترادف ہے۔ محمد علی بوگرہ پاکستانی حکمرانوں میں سب سے زیادہ امریکہ کے حمایت یافتہ شمار کئے جاتے ہیں لیکن انہوں نے بھی اسرائیل کے بارے میں سخت رویہ اپنائے رکھا۔ ذوالفقار علی بھٹو بھی سیکولر ذہن رکھتے تھے لیکن انہوں نے عرب کاز کے لئے ہمیشہ دو ٹوک رویہ اختیار کیا اور عرب حکمرانوں کو اپنے انقلابی مشوروں سے نوازتے رہے۔ اسی لئے شاہ فیصل شہید دینی مزاج رکھنے کے باوجود ذوالفقار علی بھٹو سے برادرانہ اور بہت قریبی تعلق رکھتے تھے۔ لاہور میں اسلامی کانفرنس کے موقع پر اسرائیل کے جارحیت پسندانہ رویہ پر ذوالفقار علی بھٹو نے چیئرمین کی حیثیت سے سخت تنقید کی اور اسے رد کرنے کے معاملے میں دوٹوک موقف اختیار کیا۔

ایوب خان کی امریکہ دوستی بہت مشہور تھی۔ نیا آئین بناتے وقت انہوں نے ترنگ میں آ کر پاکستان کے نام سے اسلامی کا لفظ ختم کر دیا تھا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بجائے صرف جمہوریہ پاکستان کا نام دیا۔ اس پر جو ردِعمل سامنے آیا اس سے مجبور ہو کر دوبارہ اسلامی کا لفظ شامل کر دیا۔ ان کا بھی معاملہ یہ تھا کہ بعض عرب ممالک کے سفر کے دوران ایک موقع پر باتیں کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اسرائیل کو تسلیم کرلیں لیکن ہم یعنی پاکستان پھر بھی تسلیم نہیں کرے گا۔

سوال یہ ہے کہ اب کون سی تبدیلی واقع ہوئی ہے جس کی وجہ سے اسرائیل کو تسلیم کرنا ناگزیر ہو گیا ہے؟ مالی فوائد کے بارے میں عرض ہے کہ اگرچہ بات بڑی تلخ ہے لیکن عین حقیقت ہے کہ جسم فروش آبرو باختہ عورت بھی اپنی مالی مجبوریوں اور اقتصادی بحالی کا عذر بتاتی ہے۔ اسرائیل اس لئے نامنظور ہے کہ ہمارے دینی بھائیوں کا قاتل ہے۔ اس نے انتہائی بے دردی سے فلسطینی نوجوانوں کا خون بہایا ہے۔ فلسطین کے بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو وہاں سے جبراً بے دخل کیا ہے ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا ہے۔ اسرائیل اس لئے نامنظور ہے کہ وہ ایک نسلی ریاست ہے۔ یہودیوں کو دنیا بھر کے مختلف علاقوں سے لا کر وہاں کے اصلی باشندوں کو جبراً بے دخل کر کے انہیں غنڈہ گردی سے بسایا گیا ہے۔ یاد رہے کہ قریباً انیس صدیاں پہلے جب یہودی یہاں سے نکالے گئے تھے تب بھی وہ ایک محکوم قوم کی حیثیت سے رہ رہے تھے۔ اگر اس اصول کے تحت یہودیوں کو کبھی یہاں سے نکالا گیا تھا یہاں رہنے اور حکومت کرنے کا حق حاصل ہے تو بقولِ اقبال پھر مسلمانوں کو بھی اسپین میں رہنے بلکہ حکومت کرنے کا حق ہے۔ اسی طرح انگریزوں کے برصغیر سے جانے کے بعد مسلمانوں کو پورے ہندوستان پر حکمرانی کا حق حاصل تھا۔

ایک دلیل بڑے زوردار انداز سے دی جاتی ہے کہ جب عربوں نے جن کی اسرائیل سے اصلاً دشمنی ہے انہوں نے اسرائیل کو تسلیم کرلیا تو پاکستانیوں کو کیا تکلیف ہے؟ وہ کیوں فلسطینیوں کے غم میں گھلے جارہے ہیں؟ اور اسرائیل کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے مالی فوائد اور اقتصادی ترقی سے محروم ہو رہے ہیں؟ ظاہری طور پر اس دلیل میں بڑا وزن معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے یہ دلیل بڑی بودی اور نامعقول ہے۔ اس لئے کہ عرب کے جن حکمرانوں نے اسرائیل کو تسلیم کیا ہے یا کیا چاہتے ہیں وہ عرب عوام کے حقیقی نمائندے نہیں ہیں وہ انہی امریکیوں اور فرنگیوں کے عرب عوام پر مسلّط کردہ حکمران ہیں ان کی حیثیت محض کٹھ پتلی کی سی ہے وہ مغرب اور امریکہ کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں جبکہ عرب عوام اسرائیل کو اپنا بدترین دشمن تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا عرب کے کٹھ پتلی حکمرانوں کا اسرائیل کو تسلیم کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پاکستان کے حکمران قائداعظم اور علامہ اقبال کے اقوال و فرمودات کو مبارک اور متبرک قرار دیتے ہیں اُن کی تقلید کی قوم کو تاکید کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ کوئی انسان بھی (انبیاء کے سوا) خطا اور غلطی سے مبرا نہیں ہوتا اور غلطی کوئی بھی کرے قابل گرفت اور لائق تنقید ہونی چاہئے۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد ان دو ہستیوں کو تنقید سے بالاتر سمجھا گیا۔ معاشرے میں کسی شخص کے رد ہو جانے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کی زبان سے ان دو ہستیوں سے اختلاف کا اظہار ہو گیا۔ حکمران خصوصاً اس سے ایسا سلوک اختیار کرتے ہیں جیسے اس سے کفر کا ارتکاب ہو گیا۔ لیکن آج مصلحت آمیز معاشرے اور حکمرانوں اور اسرائیل کے بارے میں قائد کے فرمودات کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ قائداعظم نے اعلان بالفور کی شدید ترین الفاظ میں مذمت کی۔ علاقے سے فلسطینیوں کی جبراً بے دخلی اور یہودی آبادکاری کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ 1948ء میں جب اسرائیل قائم ہوا تو امریکی صدر ٹرومین کو تار بھیجا جس میں اپنے شدید جذبات کا اظہار کیا۔ 1933ء سے لے کر 1948ء تک فلسطینیوں کے حق میں مسلسل مسلم لیگ قرارداد منظور کرتی رہی۔ مصور اور مفکر

پاکستان علامہ اقبال کا کلام یہودیوں کی چالاکیوں اور عیاریوں کی مذمت سے بھرا پڑا ہے۔ وہ انہیں سازشی ذہن کی حامل قرار دیتے ہیں اور اپنے کلام میں یہود کی عیاری کا پردہ چاک کرتے ہیں لیکن اچھل اچھل کر یومِ قائداعظم اور علامہ اقبال کا سال منانے والے اور مزارِ قائد کو متبرک اور مقدس مقام قرار دینے والے اور ایوانِ اقبال میں اسوۂ اقبال کی پیروی کا لیکچر دینے والے آج اسرائیل نامنظور نعرہ زن ہونے والوں کو جذباتی' عقل سے عاری اور قوم کے سود و زیاں سے بے خبر جنگلی اور اجڈ قرار دے رہے ہیں۔ افغانستان پر امریکی حملے کی تائید اور حکمرانوں کے امریکیوں سے قومی تعاون پر ایک دانشور نے کہا تھا کہ ہم نے جسم بچا لیا لیکن روح مضمحل ہوگئی۔ اگر ہم نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا تو یہ روح مر جائے گی۔ افغانستان کے مسئلہ پر امریکیوں کا ساتھ دینے کے نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ امریکہ سے مل کر جس نئی افغان حکومت کو افغانستان پر ہم نے مسلّط کیا ہے وہ بھارت کے ساتھ مل کر ہم سے کیا سلوک کر رہی ہے۔ ہمارے سفارت خانے پر حملے ہو رہے ہیں' پاکستان کے خلاف جلوس نکلوائے جا رہے ہیں اور اہم ترین بات یہ ہے کہ جس سرحد پر چند نیم فوجی دستوں کا گشت محض اسمگلروں کی سرکوبی کے لئے کافی سمجھا جاتا تھا اُس سرحد پر ہمیں ساٹھ ہزار باقاعدہ فوج کی تعیناتی کرنی پڑی ہے۔ بھارت کے لئے اس سے مفید بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ اسرائیل کو منظور کر کے ہم شاید چند فائدے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں جن کی نوعیت یقیناً عارضی اور ناپائیدار ہوگی لیکن اس کے منفی اثرات بعد ازاں ظاہر ہوں گے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے شوقین حکمرانوں نے کیا اس مسئلہ پر بھی غور کیا ہے کہ جو عرب ممالک پہلے اسرائیل کو تسلیم کر چکے ہیں کیا اسرائیل اُن سے کئے گئے وعدے پورے کر رہا ہے؟ مثلاً اسرائیل نے مصر سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو صحرائے سینا سے جتنا تیل اسرائیل نے حاصل کیا ہے وہ مصر کو اس کی قیمت ادا کر دے گا۔ پھر یہ کہ ان مصری قیدیوں کو رہا کر دے گا جو اسرائیل کی جیلوں میں سڑ رہے ہیں لیکن ان میں سے کوئی وعدہ ایفا نہیں کیا گیا۔ ہندو بنئے کے بارے میں مشہور ہے کہ چمڑی جائے دمڑی نہ جائے۔ یہودی ہوسِ دولت میں بنئے سے کہیں آگے ہے۔ لہٰذا یہ توقع رکھنا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کی صورت میں یہودی ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے گا اور ہم سے کوئی ایسا مفاد حاصل نہیں کرے گا جو بالآخر پاکستان اور ملتِ اسلامیہ کے لئے تباہ کن ثابت نہ ہو' اصلاً جاہلانہ سوچ کا نتیجہ ہے۔

☆ کیا پیشۂ وکالت جائز ہے؟

☆ نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد

محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** سے سوال و جواب کی نشست

س: کچھ لوگ باجماعت نماز میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے اور رفع یدین کے لئے کچھ مستند احادیث بیان کرتے ہیں جبکہ کچھ لوگ سورۃ الفاتحہ اور رفعِ یدین نہ کرنے کی احادیث اور صحابہ کرام کے طریقوں کو بیان کرتے ہیں. براہِ کرم آپ اپنا نقطۂ نظر واضح کر دیں.

ج: میرے نزدیک یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر مسلسل ایک اختلاف رائے چلا آ رہا ہے۔ اس کو ہم کہیں گے کہ یہ فروعات کے اندر اختلاف ہے اور کوئی بری بات نہیں ہے۔ اب یہ رائے کہ جب امام کے ساتھ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ مقتدی ہیں' امام موجود ہے تو آپ کو سورۃ الفاتحہ پڑھنی چاہئے یا نہیں پڑھنی چاہئے' اس میں اختلاف ہمارے ائمہ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہے کہ نہیں پڑھنی چاہئے۔ آپ خاموش کھڑے رہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی بادشاہ کے دربار میں آپ کوئی وفد کو لے کر جاتے ہیں تو وفد کا ایک نمائندہ بات کرتا ہے' سب کے سب تو بات نہیں کرتے۔ اسی طریقہ سے نماز میں اللہ کے دربار میں پیشی ہو رہی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ سے جو آپ کا امام ہے بات کر رہا ہے۔ بہرحال یہ ایک موقف ہے۔ امام شافعیؒ کا موقف اس کے برعکس ہے۔ ایک حدیث ہے" اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس نے سورۃ الفاتحہ کی قرأت نہیں کی"۔ لہٰذا امام شافعیؒ امام کے پیچھے نماز میں سورۂ فاتحہ کی قراءت کے قائل ہیں۔ یہ اختلاف دو ائمہ کے درمیان شروع سے چلا آ رہا ہے' اور یہ آج تک حل نہیں ہوا' ہمارے ہاں کے اہل حدیث حضرات امام شافعیؒ کی رائے پر عمل کر رہے ہیں۔ حنفی حضرات امام ابوحنیفہؒ کی رائے پر عمل کر رہے ہیں۔ ایک تیسری امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ جب امام جہری طور پر سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہو تو آپ نہ پڑھیں' آپ خاموش کھڑے رہیں اور سنیں اور قرآن مجید کے اس حکم پر عمل کریں کہ......"جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو' پوری توجہ سے اس کو سنو اور خود خاموش رہو"۔ لیکن جب امام بھی سری طور پر (بغیر آواز کے) پڑھ رہا ہے تو آپ بھی پڑھ لیں۔ یہ درمیانی موقف ہے۔ میرا عمل تیسرے مؤقف کے مطابق ہے۔ لیکن میری رائے ہے کہ جو کوئی حنفی اپنے مسلک پر عمل کرتا ہے تو وہ درست ہے۔ اور جو شخص امام شافعیؒ یا اہل حدیث حضرات کے مسلک پر عمل کرتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔ رہ گیا رفع یدین کا معاملہ' تو رفع یدین کو سب مانتے ہیں۔ حدیث جو پیش کی جاتی ہے وہ سب کے نزدیک صحیح ہے۔ لیکن وہ حدیث عملی ہے' حدیث قولی نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے حکم نہیں دیا ہے بلکہ حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ ایسا کرتے تھے اور احناف کا موقف یہ ہے کہ ہاں یہ صحیح ہے۔ حضور ﷺ ایسا کرتے تھے' لیکن آپؐ نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں اسے ترک کر دیا تھا۔ اس کے لئے جو حدیث ہے وہ صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں نہیں ہے۔ لیکن مصنف عبدالرزاق کے اندر یہ حدیث موجود ہے تو اس اعتبار سے ان کا عمل اس پر ہے۔ تو اس معاملے میں کوئی بہت زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دلوں کو کشادہ رکھئے' سینوں کو کشادہ رکھئے۔

س: رائج الوقت ملکی سسٹم کے مطابق پیشۂ وکالت کے متعلق رہنمائی فرمائیں؟

ج: پیشۂ وکالت غلط کام نہیں ہے' غلط وہ کام ہیں جو اس کے اندر کیے جاتے ہیں۔ آپ جھوٹ کی پٹی پڑھائیں کہ عدالت میں یوں کہنا یعنی جھوٹ پڑھا رہے ہیں تو یہ غلط کام ہے۔ ہاں اگر کسی ملزم یا مجرم کو قانون کے اندر گنجائش کے مطابق چھوٹ مل جائے' اس پر پورا جرم ثابت نہیں ہو رہا اور آپ اس کا حق حاصل کرنے میں مدد دیتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن جھوٹ اس میں نہیں آنا چاہئے۔

گاہے گاہے بازخواں ایں قصۂ پارینہ را!

بائیس سال قبل اور آج!

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات!

حافظ عاکف سعید صاحب ایم اے (فلسفہ) جو آج تنظیم اسلامی کے امیر ہیں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے صدر مؤسس اور بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے فرزند ثانی ہیں۔ انہوں نے بی اے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا تھا اور اسی کے دوران قرآن مجید کے حفظ کی بھی تکمیل کر لی تھی —— پھر پنجاب یونیورسٹی سے فلسفے میں ایم اے کیا اور نہایت اعلیٰ نمبر لئے —— اتفاقاً اسی وقت قرآن اکیڈمی فیلوشپ سکیم کا اجراء ہوا جس میں انہوں نے انا اول المجیبون کے سے انداز میں اوّلین فرصت میں شمولیت کی درخواست دے دی۔ چنانچہ اس اسکیم کے تحت انہوں نے تین سال تک عربی زبان اور علوم دینی کی تعلیم حاصل کی۔ اُس وقت جو ''درخواست'' انہوں نے صدر انجمن کو برائے شمولیت فیلوشپ سکیم دی تھی' ذیل میں شائع کی جارہی ہے —— اور اس کا جو جواب انجمن کے صدر مؤسس اور ان کے والد گرامی نے دیا تھا وہ بھی شامل اشاعت ہے —— مزید برآں' اب چونکہ ان کے کاندھوں پر تنظیم اسلامی کی امارت کی ذمہ داری بھی آ گئی ہے اور اس منصب کا تقاضا ہے کہ ''وما اسئلکم علیه من اجر'' کے مطابق اپنی دینی خدمات کا کوئی معاوضہ نہ لیا جائے' لہٰذا انہوں نے انجمن سے کسی تنخواہ کی وصولی سے انکار کرتے ہوئے اپنی خدمات اعزازی طور پر جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے کا حالیہ خط بھی ہدیہ قارئین ہے:

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اب میں اس راز پر سے پردہ اٹھانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا کہ اب سے لگ بھگ دس سال قبل جب ڈاکٹر صاحب کی مسنون عمر پوری ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ تنظیم اسلامی کے امیر کی حیثیت سے اپنی جانشینی کے مسئلے پر غور کر رہے تھے تو اس خاکسار ہی نے سب سے پہلے حافظ صاحب کا نام پیش کیا تھا' لیکن ڈاکٹر صاحب اس وقت اس بنا پر بہت متردد تھے کہ وہ ان کے صاحبزادے ہیں اور انہوں نے ایک حدیث نبویؐ میں وارد الفاظ ''لو امرّت عن غیر مشورة لامرّت ابن ام عبدؓ'' کے مطابق اپنی وصیّت میں ایک اور رفیق تنظیم کے نام کا فیصلہ بھی کر دیا تھا لیکن بعد میں جب مشاورت کا مفصّل سلسلہ منعقد ہوا' اور خاص طور پر تنظیم کے دو معمر ترین اور سینئر ترین رفقاء یعنی شیخ جمیل الرحمٰن کراچی والے (مرحوم) اور جناب محمد فہیم صاحب (تیمر گرہ' دیر) نے ڈاکٹر صاحب کو ذاتی خطوط میں زوردار الفاظ میں یہی تجویز دی تب وہ اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کے لئے تیار ہوئے تھے — جس پر بعد میں استصواب رائے کے نتیجے میں ڈاکٹر صاحب کو کامل انشراح صدر حاصل ہو گیا! —— اللہ تعالیٰ حافظ عاکف سعید صاحب کو اس اہم منصب کی نازک ذمہ داری کی ادائیگی کی ہمت اور صلاحیت عطا فرمائے' آمین!

قمر سعید قریشی

ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

(1)

22 سال قبل

فیلوشپ اسکیم میں شرکت کی درخواست

بسمہ تعالیٰ سبحانہ

جناب صدر مؤسس صاحب مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ میں نے اس ماہ کے میثاق میں پیش کردہ رفاقت یا فیلوشپ کی اسکیم کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ میں نہ صرف یہ کہ اس اسکیم سے کامل اتفاق کرتا ہوں بلکہ انجمن کی اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے اللہ کی نصرت وتائید کے بھروسے پر اس اسکیم کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔ اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے یہ توفیق دی کہ میں یہ اہم فیصلہ کر سکوں کہ انجمن خدام القرآن اور قرآن اکیڈمی کے مقاصد کے لئے اپنی زندگی وقف کر دوں۔ اور اللہ ہی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس فیصلے پر ثابت قدم رہنے اور تمام ذمہ داریوں سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے اللھم وفقنا لما تحب وترضی۔

میں نے اسی سال پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے فلسفہ کا امتحان 79 فیصد نمبروں کے ساتھ پاس کیا ہے۔ اور اللہ کے فضل سے دو سال قبل میں نے حفظ قرآن بھی مکمل کر لیا تھا۔ میں توقع کرتا ہوں کہ آپ اس درخواست کو قبول کرتے ہوئے مجھے اللہ کی کتاب کی خدمت کا موقع دیں گے۔

عرض

عاکف سعید' ایم اے (فلسفہ)

36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

15۔ نومبر 81ء بمطابق 17 محرم الحرام 1402ھ

(2)

مراسلۂ قبولیت

از ڈاکٹر اسرار احمد

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

15 نومبر 1981ء

ولدی السعید عزیزم عاکف سعید سلمۂ اللہ تعالیٰ وَوَفَّقَهُ لِمَا یحبُّ وَیَرضٰی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!!

تمہاری پیشکش بسلسلۂ رفاقت قرآن اکیڈمی میرے لئے تو انتہائی دل خوش کن اور باعث مسرت و بہجت ہے ہی الحمد للہ کہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی مجلس منتظمہ نے بھی اپنے آج کے اجلاس میں متفقہ طور پر تمہاری اس پیشکش کو بہت سراہا بھی اور فوراً قبول بھی کر لیا۔ اب اگر تم چاہو تو کل 16 نومبر ہی سے کام شروع کر سکتے ہو۔

2۔ حکومت پاکستان کے NPS-17 میں تمہاری تنخواہ مبلغ نو صد روپے (Rs900/-) ہوگی۔ مزید برآں مبلغ یکصد روپے (Rs 100/-) بطور D.A. اور مبلغ پینتالیس روپے (Rs 45/-) بطور C.L.A. شامل ہوں گے۔ چونکہ تمہاری رہائش قرآن اکیڈمی ہی میں ہوگی لہٰذا تم نہ کرایہ مکان کے حق دار ہو گے نہ خرچہ آمد و رفت کے الاونس کے، بلکہ تنخواہ پر پانچ فیصد کے حساب سے کرایۂ مکان منہا ہوگا۔ اس طرح سردست تمہاری کل تنخواہ مبلغ ایک ہزار روپے ماہوار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالنے والا ہے۔

3۔ جب تک ''رفقاء قرآن اکیڈمی'' کا گروپ پوری طرح تشکیل نہ پا جائے اور تعلیم و تدریس کا باضابطہ نظام شروع نہ ہو تم فوری طور پر حسب ذیل ذمہ داریاں سنبھال لو:

(i) لائبریری کی مکمل ذمہ داری۔

(ii) میرے ذاتی معاون کی حیثیت سے میرے دفتر کی نگہداشت اور ذاتی خط و کتابت اور ملاقاتیوں کے ضمن میں مدد۔

(iii) بطور معاون مدیر ماہنامہ ''میثاق'' سردست بھائی جمیل الرحمٰن صاحب کے نائب کی حیثیت سے!

(iv) برادرم ڈاکٹر ابصار احمد صاحب سے تعاون بسلسلہ خطبات و سیمینار قرآن اکیڈمی۔

(v) معہد ثانوی میں تدریس (حسب سابق)

4۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں میرا حقیقی معنی میں جانشین اور اس طرح دنیا اور آخرت دونوں میں میرے لئے ''قرۃ العین'' بنادے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز ۔ وعسی ان لا اکون بدعاء ربی شقیا ...... فقط والسلام

دعا گو

اسرار احمد عفی عنہ

(3)

آج 22 سال بعد

ملازمت سے دستکش ہو کر اعزازی کام کرنے کا فیصلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم و محترم جناب ناظم اعلیٰ صاحب، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے اللہ کی تائید و توفیق سے، اور اسی کی نصرت و حمایت کے بھروسے پر 30 جون 2003ء سے مرکزی انجمن خدام القرآن کی ملازمت سے دستکش ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں ان شاء اللہ آئندہ بھی ڈائریکٹر اکیڈمی کے طور پر اپنی ذمہ داریاں اپنی بساط کے مطابق، جب تک ممکن ہو سکا اعزازی طور پر نبھاتا رہوں گا۔ رزق کا معاملہ کلیتاً اللہ کے ہاتھ میں ہے، آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے راہِ حق پر استقامت عطا فرمائے اور کسی سخت امتحان میں نہ ڈالے۔ وما توفیقی الا باللّٰہ

والسلام

احقر عاکف سعید عفی عنہ

(ڈائریکٹر اکیڈمی رناظم قرآن کالج)

بتاریخ یکم جون 2003ء

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لئے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں:

نصاب

۱) عربی گرامر　۲) عربی ریڈر

۳) مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب　۴) تذکیر بالقرآن (دورۂ ترجمۂ قرآن)

۵) تجوید و حفظ　۶) ترکیب قرآن مع عربی گرامر

۷) علوم حدیث اور مطالعۂ حدیث　۸) اضافی محاضرات

☆ کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہوگا اور کورس کا دورانیہ نو ماہ ہوگا۔

☆ یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

کورس کے تفصیلی پراسپکٹس کے لئے:

ناظم برائے رجوع الی القرآن کورس

36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور　(فون: 03-5869501)

تیطو میاں کی تحریک

تحریر : سید قاسم محمود

حاجی شریعت اللہ، حاجی محمد محسن، مولوی کرامت علی جون پوری، مولوی عنایت علی عظیم آبادی، میاں نثار علی، مولوی امام الدین، صوفی نور محمد چاٹگامی کے علاوہ اور متعدد اہلِ ہمت ہیں، جنہوں نے اس احیائی اور اصلاحی تحریک میں حصہ لیا اور بنگال کا نقشہ بدل دیا۔ ڈاکٹر وائز نے بنگالی مسلمانوں کے متعلق اپنی انگریزی کتاب میں لکھا ہے:

''انیسویں صدی کے اوائل میں احیائے اسلام کی تحریک جدید ہندوستان کی تاریخ کے اہم ترین واقعات میں سے ہے۔ چند غیر معروف انسانوں نے جو بیج بویا، وہ ایک تناور درخت ہو گیا جو اس وقت سارے بنگال سابقہ مشرقی پاکستان اور موجودہ بنگلہ دیش پر چھایا ہوا ہے۔''

حاجی شریعت اللہ اور ان کے صاحبزادے دودھو میاں کی فرائضی تحریک کے علاوہ دوسری اہم تحریک جس نے سید احمد شہید کی تحریکِ جہاد کے پہلو بہ پہلو بنگال کے مسلمانوں کو متحرک کیا، ان میں جوش اور ولولہ پیدا کیا، وہ تیطو میاں کی تحریک تھی۔ یہی تحریک تھی جس کے خلاف انگریز مورخوں نے زبردست غیظ و غضب کا اظہار کیا۔ اس تحریک میں بھی مذہبی اصلاحات کے ساتھ ساتھ اقتصادی اصلاحات کا عنصر شامل تھا۔

اس تحریک کے بانی نثار علی تھے جن کو بنگال میں تیطو میاں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے بچپن اور جوانی کے متعلق نہایت دلچسپ داستانیں مشہور ہیں۔ یہ بارہ ست ضلع کے ایک گاؤں نرکل دریا میں پیدا ہوئے۔ والد معمولی کاشتکار تھے۔ نثار علی کی شادی اسی علاقے کے ایک متمول زمیندار امیر علی کی لڑکی سے ہوئی۔ نثار علی کی جوانی کوئی زیادہ بے داغ نہ تھی۔ ان کی جوانی کا زمانہ کلکتے کے اوباشوں اور لفنگوں میں گزرا تھا۔ کلکتے ہی میں انہوں نے ڈنڈے بازی سیکھی (اس زمانے میں یہ ایک فن تھا) اس کے علاوہ لٹھ بازوں کے گروہ میں شریک ہو گئے۔ ان لٹھ بازوں کی خدمات سے بنگال کے زمیندار فائدہ اٹھایا کرتے تھے کبھی وہ ان لٹھ بازوں سے اپنے کاشت کاروں کو پٹواتے، کبھی مقابل کے زمیندار پر حملہ کراتے۔ غرضیکہ ان لٹھ بازوں کی روزی کا انحصار زمینداروں پر تھا۔ نثار علی کو اس لٹھ بازی کے سلسلے میں ایک بار جیل بھی جانا پڑا۔ اس زمانے میں انہوں نے نادیا کی ایک زمیندار کی ملازمت بھی اختیار کر لی تھی۔ ان کا کام نادیا کے اس ہندو زمیندار کا مالیہ وصول کرنا ہوتا تھا۔ اس ملازمت کے دوران میں کاشت کاروں کے علاوہ ایک گروہ پر حملے کے الزام میں نثار علی کو جیل کی ہوا بھی کھانا پڑی۔

سید احمد شہید سے تیطو میاں کی ملاقات

جیل سے رہا ہونے کے بعد وہ دہلی کے شاہی خاندان کے ایک فرد کے ہاں ملازم ہو گئے اور اسی کے ہمراہ حج کے لئے چلے گئے۔ ان کے حج پر جانے کا زمانہ وہی ہے جس میں سید احمد شہید حج کے لئے مکہ معظمہ میں موجود تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مکے میں قیام کے دوران میں نثار علی کی ملاقات سید صاحب سے ہوئی۔ وہ ان کی تعلیمات سے بہت متاثر ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ سید احمد شہید سے نثار علی کے تعلق کے بارے میں ولیم ہنٹر لکھتا ہے:

''رہا ہونے کے بعد وہ حج کی غرض سے مکہ معظمہ روانہ ہو گیا۔ اس مقدس شہر میں اس کی ملاقات سید احمد صاحب سے ہوئی اور وہ ہندوستان میں ان کے اصولوں اور تعلیمات کے زبردست مبلغ کی حیثیت سے واپس آیا۔ اس نے ضلع کلکتہ کے شمال اور مشرق کی اطراف کا دورہ کیا۔ بہت سے آدمیوں کو اپنا مرید بنا لیا اور خفیہ طور پر کافروں کے خلاف جہاد کی تیاریاں کرنے لگا۔''

حج کے دوران میں میاں نثار علی کی سید احمد شہید سے ملاقات کے واقعے کو راج شاہی یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر مسٹر ملک نے اپنی کتاب میں یوں بیان کیا ہے:

''نثار علی کی ملاقات حج کے موقع پر سید احمد سے ہوئی جو کہ نثار علی سے ایک سال پہلے حج کے لئے پہنچے ہوئے تھے اور یہاں وہ سید صاحب کا مرید ہو گیا۔ نثار علی نے حج سے واپسی پر حیدر پور میں رہائش اختیار کر لی۔ حیدر پور اس کے آبائی گاؤں کے بالکل نزدیک تھا۔ 1827ء کے قریب (سید احمد کی شہادت سے چار سال پہلے) اس نے مذہبی عالم اور مصلح کی حیثیت سے یہاں پر تبلیغ کا آغاز کر دیا اور اس کو اس مقصد کے لئے دہلی سے وظیفہ بھی موصول ہوتا تھا۔''

تیطو میاں پر سید صاحب کا اثر

تیطو میاں (نثار علی) نے جس تحریک کا آغاز 1827ء میں حیدر پور سے کیا، اس پر سید احمد شہید کا کتنا اثر تھا؟ ولیم ہنٹر کی تحریریں، ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالے میں مطبوعہ مضامین، مالیے کے کاغذات اور مالیے کی تحقیقی کتب یہ تمام کی تمام دستاویزات اس بات پر متفق ہیں کہ تیطو میاں کی تحریک کی اصل محرک سید احمد کی تعلیمات تھیں۔ ادھر بنگال میں حیدر پور میں تیطو میاں اپنی تبلیغی سرگرمیاں جاری کئے ہوئے تھے، ادھر سید احمد اپنے تمام مریدانِ باصفا کو لے کر سرحد پار ہجرت کے ارادے باندھ رہے تھے، جہاں ان کو جہاد کرنا تھا۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے مسلمان سید احمد کے قافلے میں شریک ہونے یا جو ہجرت نہیں کر سکتے تھے وہ ان کے دیدار کے لئے کشاں کشاں پہنچ رہے تھے۔ تیطو میاں کی تحریک بنگال کے مخصوص حالات کے تحت حاجی شریعت اللہ اور دودھو میاں کی فرائضی تحریک کی مانند مذہبی اصلاح کے مقصد سے شروع ہوئی جس کو بعد میں کاشتکاروں کی زبوں حالی نے کسان تحریک بنا دیا۔

تیطو میاں کی تعلیمات

اس تحریک کا آغاز بھی ہندوانہ رسوم کی مخالفت اور نماز، روزے کی پابندی پر اصرار سے ہوا۔ مزید برآں تیطو میاں نے مزاروں پر جانے، وہاں نذر و نیاز دینے، حاجات مانگنے اور اس طرح شرک و بدعات کا ارتکاب کرنے کے خلاف بڑی شد و مد سے آواز اٹھائی۔ انہوں نے ہندوانہ طرز کے لباس کی بھی مخالفت کی، اور داڑھی بڑھانے، مونچھیں صاف کرنے اور سیدھی دھوتی باندھنے کی تلقین کی۔

تیطو میاں نے اپنے پیروؤں پر اپنی تعلیمات کو عملاً منوانے کی اتنی شدید پابندی عائد کی کہ ان کو ہم مسلک پیروؤں کے سوا دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کھانے پینے سے روک دیا، کیونکہ وہ پورے اور صحیح مسلمان نہ سمجھے جاتے تھے۔ ان کے نزدیک جو پورا مسلمان نہ ہو، اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا جائز نہیں تھا۔ اس قسم کی سختی اور شدت نے کچھ لوگوں کو تیطو میاں سے دور بھی کیا، لیکن عام مسلمانوں میں لگن بھی پیدا کر دی اور اس علاقے کے لوگ کثیر تعداد میں ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے لگے۔ اس مقبولیت نے مزاروں پر جانے والے اور ہندو رسم و رواج کو اپنائے رکھنے والے مسلمانوں کو خاصا آگ بگولا کر دیا اور بالکل فرائضی تحریک کی طرح اس تحریک کی بھی مخالفت شروع ہو گئی۔ متعدد مسلمان کاشتکاروں نے تیطو میاں کے پیروؤں کی شکایات ہندو زمینداروں کے سامنے شروع کر دیں۔

یہی معاملہ حاجی شریعت اللہ کے ساتھ پیش آیا اور انجام دودھو میاں کو دیکھنا پڑا۔ مختلف دیہات کے مسلم

کاشت کاروں کے درمیان جھگڑے شروع ہوئے تو زمینداروں نے جو عام طور پر ہندو تھے' مداخلت شروع کر دی۔ انہوں نے اس نئے ''مذہب'' کا قلع قمع کرنے کا ذمہ لیا۔ متعدد مقامات پر انہوں نے ''نئے مذہب'' کے پیروؤں پر ٹیکس عائد کرنے کا اعلان کیا۔ ایک زمیندار کرشنا رائے نے تیطو میاں کے پیروؤں پر پانچ روپے فی کس ٹیکس عائد کر دیا۔ اس کی دیکھا دیکھی تارا گونیا کے ایک زمیندار رام نرائن نے بھی ان نئے مذہب کے ماننے والوں پر ٹیکس نافذ کر دیا۔ یہ سلسلہ چل نکلا اور متعدد علاقوں میں تیطو میاں کے حامیوں کو اس ٹیکس کا نشانہ بنایا جانے لگا۔ پھر یہ سلسلہ شروع ہوا کہ تحریک کو کچل دیا جائے۔ چنانچہ جہاں جہاں تحریک کے کارکن ان زمینداروں کے دست نگر تھے یا ان کے یہاں کام کرتے تھے' انہیں مختلف حیلوں اور بہانوں سے تنگ کیا جانے لگا اور ان تمام کارستانیوں اور ستم رانیوں کا مقصد ایک ہی تھا کہ ان کاشتکاروں کو مرعوب کیا جائے' انہیں ڈرا دھمکا کر پہلے کی طرح غلامانہ ذہنیت پر واپس لایا جائے اور نئے جرأت مندانہ مسلک کے اپنانے سے باز رکھا جائے لیکن ہوا اس کے بالکل الٹ۔

تشدد کا نتیجہ

تشدد کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان کاشتکار اپنے مسلک پر ڈٹ گئے۔ ان میں پختگی آ گئی' کیونکہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ ہو نہ ہو' اس مسلک میں ان کے لئے بھلائی ہے' جبھی تو زمیندار ان کے خلاف ہو گیا ہے۔ وہ اس مسلک سے ڈرتا ہے۔ گویا زمیندار کی مخالفت و نفرت اور تشدد و سخت گیری نے انہیں اپنے مسلک کی محبت و شیفتگی' اطاعت اور یقین عطا کر دیا۔

دوسری طرف ان کا مقابلہ کرنے کے لئے زمینداروں نے بھی دوسرے ہی طریقوں کا استعمال شروع کیا۔ چنانچہ اس کے بعد مقدمات' حملوں اور باقاعدہ جھڑپوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان جھڑپوں نے بعض اوقات باقاعدہ جنگوں کی صورت اختیار کر لی۔ بنگال میں مسلمانوں کی مختلف تحریکوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی اور بعد میں برطانوی حکومت کو جس قدر پریشان رکھا' اس کا اندازہ ولیم ہنٹر کے ''تاثرات'' سے لگایا جا سکتا ہے۔

ولیم ہنٹر کا دعویٰ ہے کہ تیطو میاں کی تحریک ''براہ راست'' سید احمد کی تحریک سے منسلک تھی' اس لئے وہ کاشتکاروں کے حقوق و مفادات کی حفاظت کی جدوجہد کو ایک مخصوص رنگ میں دیکھتا ہے۔ چنانچہ وہ اس کو پرانی سازش کے نام سے موسوم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

بہت مدت تک مجاہدین سرحد کی اس حیرت انگیز قوت کا سرچشمہ ایک راز بنا رہا۔ ہندوستانی حکومت نے' جو ہم سے پہلے پنجاب پر حکمران تھی (یعنی سکھ) اسے تین مرتبہ منتشر کیا اور تین دفعہ انگریزی فوج کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئے' لیکن اس کے باوجود یہ ابھی تک زندہ ہیں اور دین دار مسلمان ان کے معجزانہ طور پر زندہ رہنے ہی کو ان کے آخر کار غالب ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس وقت ہم اس سرحدی نو آبادی (صوبہ سرحد) کو مغربی (انگریز) طاقت کے بل بوتے پر تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں' تو اس وقت ہماری مسلمان رعایا کے متعصب عوام ان کو لاتعداد آدمیوں اور روپوں سے مدد دے کر ان چنگاریوں کو گویا ہوا دیتے ہیں' جنہیں ہم نے خاک سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ مگر ان کی بجھی ہوئی راکھ سے ایک دفعہ پھر شعلے اٹھنے لگتے ہیں۔''

ولیم ہنٹر ہی سے آگے سنئے:

''**1821**ء تا **1824**ء انگریزی حکام نے سید احمد کی تبلیغی سرگرمیوں کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ انہوں نے اپنے جانثار مریدوں کی ہمراہی میں متعدد صوبوں کا دورہ کیا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو مرید بنایا۔ ایک باقاعدہ گدی قائم کی۔ مذہبی ٹیکس نافذ کیا اور ایک متبادل حکمت قائم کر لی۔ لیکن اس پورے دور میں ہمارے افسر اپنے اردگرد کی بہت بڑی مذہبی تحریک سے بے خبر رہے اور صرف مالیہ جمع کرنے' انصاف کی عدالتیں قائم کرنے اور فوجیوں کو پریڈ کرانے میں مصروف رہے۔ **1831**ء (سید احمد کا سال شہادت) میں یہ تمام اہل کار اور افسر اپنی بے خبری سے بری طرح جھنجھوڑ دیے گئے۔ کلکتے میں سید صاحب کے مریدوں میں ایک پیشہ ور پہلوان اور لڑاکا آدمی بھی تھا' جس کا نام تیطو میاں تھا۔ اس نے اپنی زندگی ایک باعزت کاشتکار کے لڑکے کی حیثیت سے شروع کی تھی اور ایک چھوٹے سے زمیندار کی لڑکی سے شادی کر کے اپنی حیثیت کو اور بھی بلند کر لیا تھا' مگر اس کی پرجوش فطرت نے ان فوائد کو پرے پھینک دیا۔ کچھ مدت تک یہ شخص کلکتے میں ڈنڈے بازی کے معیوب طریقے سے روزی کماتا رہا اور اس کے بعد لٹھ باز گروہ میں شامل ہو گیا' جن سے بنگال کے زمیندار اپنے خاندانی جھگڑوں اور زمین کی حدود کے تنازعات کا فیصلہ کراتے تھے۔ اس پیشے کی وجہ سے آخر کار اسے جیل جانا پڑا۔''

ولیم ہنٹر اور دوسرے انگریز تذکرہ نگار تیطو میاں کی تحریک کے متعلق فرائضی تحریک سے کہیں زیادہ غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ جس قدر شدت اور جذبہ تیطو میاں کی تحریک میں موجود تھا' وہ اس وقت کی دوسری تحریکوں میں موجود نہ تھا اور جس شاندار طریقے سے مسلمانوں کی اس تحریک نے ہندو زمینداروں اور انگریز پولیس کے مظالم کی مزاحمت کی' اس وقت کی دوسری تحریکوں نے نہیں کی' اس لئے تیطو میاں کی تحریک نفرت اور مخالفت کے اظہار میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔

بنگال کے مسلمانوں کی ان احیائی تحریکوں کا تعارف کرانے کے بعد ہم پھر دہلی اور یوپی کی طرف چلتے ہیں جہاں سید احمد اپنی جہادی تحریک کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

آپ کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ تیطو میاں اور ان کی تحریک کا کیا انجام ہوا؟ اس کے بارے میں ہم سید احمد کی تحریک کے بعد گفتگو کریں گے' کیونکہ تیطو میاں کی تحریک اور اس کے اثرات کافی عرصے تک قائم رہے۔

(جاری ہے)

حقیقتِ دنیا

دنیا کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص جنگل میں چلا جاتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ میرے پیچھے ایک شیر آ رہا ہے۔ یہ بھاگا۔ جب تھک گیا تو دیکھا کہ آگے ایک گڑھا ہے چاہا کہ گڑھے میں گر کر جان بچائے لیکن اس میں اژدہا نظر آیا اب آگے اژدہے کا خوف اور پیچھے شیر کا ڈر کہ ایک درخت پر نظر پڑی اور اس کو ہاتھ ڈال دیا۔ مگر ہاتھ ڈالنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس درخت کی جڑ کو دو سیاہ و سفید چوہے کاٹ رہے ہیں۔ بہت خائف ہوا کہ اب تھوڑی دیر میں درخت کی جڑ کٹ جائے گی تو میں گر جاؤں گا اور شیر و اژدہا کا شکار بن جاؤں گا۔ اتفاقاً اس کو اوپر کی طرف ایک چھتا شہد کا نظر پڑ گیا۔ اس شہد شیریں کے حاصل کرنے اور پینے میں مصروف ہو گیا نہ خوفِ شیر رہا' نہ اندیشۂ اژدہا اور نہ فکرِ موت کہ دفعتاً جڑ کٹ گئی اور یہ گر پڑا۔ شیر نے پھاڑ کر گڑھے میں گرا دیا اور اژدھے کے منہ میں جا پھنسا۔ اے عزیز من! جنگل سے مراد دنیا ہے اور شیر موت ہے کہ پیچھے لگی ہوئی ہے اور گڑھا قبر ہے جو اس کے آگے ہے اور اژدہا اعمال بد ہیں کہ قبر میں ڈسیں گے اور دو چوہے سیاہ و سفید دن اور رات ہیں اور درخت گویا عمر ہے اور شہد کا چھتہ دنیائے فانی کی غافل کر دینے والی لذات و خواہشات ہیں کہ انسان دنیا کی فکر میں موت' قبر' اعمال بد اور جواب دہی وغیرہ سب کچھ بھول جاتا ہے اور پھر اچانک موت آ جانے پر بجز حسرت و ندامت کے کچھ ساتھ نہیں لے جاتا ہے۔

(مخزنِ اخلاق سے انتخاب: فرید اللہ مروت)

مکتوب شکاگو

کو۔ ایجوکیشن

تحریر: رعنا ہاشم خان

''کلاس رومز میں gender mixing ایسے حالات پیدا کرنے کا باعث بنتی جا رہی ہے جو قطعاً ناقابلِ قبول اور نا مناسب ہیں۔ مختلف خاندانوں سے تعلق رکھنے والے لڑکے اور لڑکیاں صرف ایسے ماحول میں گھل مل سکتے ہیں جو ان کے والدین کی مکمل اتھارٹی کا حامل ہو۔ ہماری لڑکیوں کو غیر لڑکوں کے ساتھ آزادانہ میل جول کی چھوٹ نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی ہمارے لڑکوں کو ایسا کرنے کی اجازت ملنا چاہئے۔ ہمارے لڑکے اور لڑکیاں ہماری نصیحت، علم اور مکمل اجازت کے ساتھ ہی آپس میں گھل مل سکتے ہیں۔ جبکہ کو۔ ایجوکیشن ایک ایسے کلچر کو فروغ دینے کا باعث ہے جو نہ صرف والدین کی اتھارٹی کو توڑ ڈالتا ہے بلکہ آج کی امریکی معاشرت میں پھیلی بے راہ روی، زنا اور ڈیٹنگ مینٹالٹی اسی سسٹم کی پیداوار ہیں''۔

یہ ہیں آج کے امریکی معاشرے میں کو۔ ایجوکیشن کے ضمن میں والدین اور معاشرے کے سدھار کی تنظیموں کے خیالات واحساسات۔

پرائیویٹ گرلز اسکولز کی پرنسپل اور اساتذہ کا کہنا ہے کہ جب والدین ہمارے پاس داخلے کے سلسلے میں آتے ہیں تو اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ ہماری لڑکیوں کو رہنا تو بالآخر ''کو۔ ایڈ ورلڈ'' میں ہے تو پھر کیا ہم ان کے لئے کو ایڈ سکول منتخب کریں؟ اور ہمارا جواب ہمیشہ نفی میں ہوتا ہے کیونکہ ہمیں ایسے سوشل اسٹرکچر کی ضرورت ہے جو خواتین کے لئے سوسائٹی میں مثبت کردار ادا کرنے میں معاون ثابت ہو سکے۔ ہمیں ایسا کرنے کے لئے گرلز اسکولوں کی ضرورت ہے تاکہ ہماری خواتین اس دنیا میں بذاتِ خود اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کی پہچان کرا سکیں اور ان کی آواز سنی جا سکے۔ امریکہ میں خواتین کی کالج لیول پر تعلیم حاصل کرنے کی تاریخ سول وار کے اس دور سے شروع ہوتی ہے جب وومن رائٹس کی تنظیمیں بالکل نئی نئی تھیں اور انہوں نے ہی مساوات کا نعرہ بلند کر کے مردوں اور عورتوں کے ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنے کا غلغلہ اٹھا کر خواتین کو ان کے ''علیحدہ دائرے'' سے نکال کر کو۔ ایجوکیشن کی بھٹی میں جھونک دیا تھا۔

شروع شروع میں اس کی وجہ مساوات کی بنیاد پر خواتین کے لئے بھی ان تمام علوم سے آگاہی حاصل کرنا بیان کی جاتی رہی جو اس وقت صرف مردوں کے لئے مخصوص تھے۔ لیکن جلد ہی ان انتہائی آزاد موومنٹس نے پینترا بدل کر یہ راگ الاپنا شروع کر دیا کہ آپس میں خود اعتمادی کے ساتھ بات چیت کرنے، دوستیوں کے بندھن میں بندھنے اور He اور She کا فرق مٹانے کے لئے کو۔ ایڈ کا ہونا لازمی ہے اور یہی وہ بات ہے جو آج ''اسلامی'' جمہوریہ پاکستان میں نیشنل اسمبلی کی خاتون رکن کشمالہ طارق کہہ رہی ہیں۔ کشمالہ طارق جو پاکستان کے انگریزی اخبارات و جرائد میں symbol of liberalism کہلاتی ہیں اپنے زیادہ تر انٹرویوز میں یہ کہتی ہیں کہ میں کو۔ ایجوکیشن کو سپورٹ کرتی ہوں کیونکہ یہ ہمارے ملک کی خواتین کے اعتماد کو جلا بخشنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس وقت ہم خواتین نیشنل اسمبلی میں ۷۰ کے قریب تعداد میں موجود ہیں۔ آخر ہم کس طرح مردوں سے خود اعتمادی کے ساتھ بات چیت کر سکتے ہیں جب تک ہمارا مردوں کے ساتھ کوئی interaction نہ ہو۔ جہاں تک نیشنل اسمبلی میں خواتین کو اعتماد سکھانے کی بات ہے تو اس کے لئے میں کشمالہ طارق کی خدمت میں عرض کر دوں کہ وہاں کو۔ ایڈ کی نہیں بلکہ خواتین کو جوڈو کراٹے سکھانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو کچھ ہماری اسمبلیوں میں ہو رہا ہے اس کا تعلیم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ مناسب رہے گا کہ آئندہ نشستوں پر خواتین کا انتخاب تعلیمی قابلیت کے بجائے ''بلیک بیلٹ'' کی بنیاد پر ہو۔

ہم امریکہ کی نقل کرتے ہیں جہاں اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ہمیں اٹھ کھڑا ہونا چاہئے اس سے پہلے کہ ہماری تہذیب چکنا چور ہو جائے۔ ہماری لڑکیوں کو اپنی قدر و قیمت اور قابلیتوں کا صحیح ادراک گرلز سکولز ہی میں ہو سکتا ہے۔ سوسائٹی میں خواتین کا پوٹینشل اور پروگریس غرض ہر چیز کا سلیقہ وہ ایک ایسے ماحول ہی میں سیکھ سکتی ہیں جہاں اساتذہ سے لیکر ہم جماعت تک سب ان کے ہم صنف ہوں۔ اکیسویں صدی کی ہائی ٹیکنالوجی بھی خواتین سے کپڑے سینے سے لے کر کیک بیک کرنے تک کے خالص زنانہ شوق کو نہیں چھین سکی اور آج بھی انتہائی آزاد خاتونِ مغرب خواب گھر، شوہر اور بچے ہی کے دیکھتی ہے۔ دوسری طرف ہم پاکستانی قوم ہیں کہ ایک ایسی چیز کو جس سے امریکی معاشرت چھٹکارہ حاصل کرنے کے درپے ہے، ہم نے اُسے خواہ مخواہ ایک کمپلیکس ایشو بنا رکھا ہے۔

یہ بات بھی ہمارے یہاں دلچسپی سے خالی نہیں کہ کون سا اسکول اچھا ہے۔ اچھے سکول ہمیشہ اچھا تاثر چھوڑتے ہیں۔ یہ اچھا تاثر آپ کو اسی وقت مل جائے گا جب آپ ان میں داخل ہونگے۔ آرڈر لائن، ڈائریکشنز کا شعور، خود اعتمادی اور صحتمند ڈسپلن یہاں ہمیشہ ملے گا۔ یہ سب اسٹوڈنٹس سے لے کر سکول کے تمام عملے کے چہروں پر بھی نظر آئے گا اور ان کی آوازوں میں بھی سنائی دے گا۔ لیکن اس کے حصول کے لئے والدین کا تعاون بھی نہایت اہم ہے۔ اسکول کو اچھا بنانے میں والدین کی رضا کارانہ خدمات نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ والدین اور اساتذہ کی ایسوسی ایشن جس کو امریکہ میں PTA کہا جاتا ہے، ہمارے یہاں اس کا شدت سے فقدان ہے۔ سکولوں کو طنزیہ پیلے یا نیلے کہنے کے بجائے ضرورت اس امر کی ہے ہم اس عمارت کو جو سکول کہلاتی ہے صحیح معنوں میں سکول بنانے میں اپنا حصہ بھی ڈالیں۔ با صلاحیت والدین خود آگے بڑھ کر سکولوں کو اپنی مخلصانہ خدمات پیش کریں۔ ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنے حصے کا کام کبھی نہیں کرتے اور دوسرے سے ہر کام بالکل پرفیکٹ کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ امریکہ میں ۷۰ کی دہائی سے کو۔ ایجوکیشن سکول نیویارک سے لے کر کیلی فورنیا تک پھیلتے چلے گئے لیکن آج تک امریکی معاشرے میں یہ بات وثوق کے ساتھ نہیں کہی جا سکی کہ کو۔ ایڈ سکولوں کی کارکردگی کسی طور بھی سنگل جینڈر سکولوں سے بہتر ہے۔ اس کے برعکس آئے دن کو۔ ایجوکیشن کے خلاف اس آزاد معاشرے میں بھی پروپیگنڈا ہوتا رہتا ہے۔ اور تحقیق سے یہ بات اب واضح ہو چکی ہے کے سنگل گرلز سکول خواتین کی کارکردگی پر مثبت اثرات ڈال رہے ہیں اور بوائز سکول مردوں کے لئے اچھے ثابت ہو رہے ہیں۔ ایسی لڑکیاں جو دونوں طرح کے سکولوں میں تعلیم حاصل کرتی رہی ہیں ان کا کہنا ہے کہ گرلز سکول میں ہمارا مقابلہ آپس میں صرف تعلیمی نوعیت کا ہوتا ہے اور ہمیں یہاں یہ فکر نہیں ہوتی کہ بن ٹھن کر جائیں تاکہ لڑکوں کو مرعوب کر سکیں جبکہ کو۔ ایڈ میں ہم آپس میں ایک دوسرے سے فیشن میں مقابلہ کرتی تھیں اور جیت اس گرل سٹوڈنٹ کی ہوا کرتی تھی جو صنف مخالف سے زیادہ دوستیاں کرنے میں کامیاب ہو جایا کرتی تھی اور یوں ہمارا

(باقی صفحہ 18 پر)

ہماری دینی ذمہ داریاں (۲)

(گزشتہ سے پیوستہ۔ آخری قسط)

تحریر: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دوسرا دینی فرض: تبلیغ دین

ہماری پہلی ذمہ داری تو یہ ہے کہ خود اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اسلام کو پھیلائیں۔ خود رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا:

﴿یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک﴾ (المائدہ:67)

''اے رسول پہنچایئے جو کچھ نازل ہوا ہے آپؐ پر آپؐ کے رب کی طرف سے''۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ ذمہ داری بطریق احسن پوری کر دی اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر لوگوں سے شہادت بھی لے لی کہ آیا میں نے آپ لوگوں کو خدا کا پیغام پہنچا دیا یا نہیں تو سب حاضرین نے جواب دیا کہ آپؐ نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔ پھر اسی موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ

((فلیبلغ الشاھد الغائب))

''اب جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ اُن کو (دین) پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں''۔

اس طرح تبلیغ دین کی یہ ذمہ داری افراد امت کے سپرد ہوئی۔ آپؐ نے یہ فرما کر کہ

((بلغوا عنی ولو آیة))

''میری جانب سے پہنچا دو خواہ ایک ہی آیت ہو''۔

بتا دیا کہ تبلیغ کی ذمہ داری اپنی استطاعت کے مطابق ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اندازِ تبلیغ دعوت وحکمت پر مبنی ہو یعنی لوگوں کو دین کی طرف بلایا جائے۔ قرآن مجید میں اس کا حکم موجود ہے:

﴿ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن﴾ (النحل:125)

''بلاؤ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ اور خوبصورت وعظ کے ساتھ اور کج بحثوں کے ساتھ مجادلہ کرو بہت ہی سلجھے ہوئے (الفاظ) اور انداز میں''۔

یعنی دین کی دعوت کا انداز بڑا ہی دلکش، دلنشین اور موثر ہونا چاہئے۔ دعوت کے اس کام کو بہترین کہا گیا ہے:

﴿ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا﴾ (فصلت: 33)

''اور اس شخص سے اچھی بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف بلاتا ہو اور خود عمل صالح اختیار کر چکا ہو''۔

تبلیغ میں بھلائی کی تعلیم دینا اور برائی سے روکنا شامل ہے۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا بڑا مشہور فرمان ہے:

''اے مسلمانو! تم میں سے جو کوئی منکر کو دیکھے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے یعنی طاقت سے روکے اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روکے یعنی وعظ ونصیحت کرے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم از کم دل سے تو بُرا جانے اور اگر یہ بھی نہیں تو جان لو کہ ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی دل میں موجود نہیں''۔

یعنی کیفیت یہ ہے کہ معاشرے میں منکرات کی بہتات ہے لیکن اُس کو برداشت کیا ہوا ہے تو پھر ایمان کہاں کا۔ یہ تو منکرات کے ساتھ مصالحت ہوئی۔ دین کا درد تو دل میں نہ ہوا۔ پس ایسا ایمان معتبر ہی نہیں۔

دعوت وتبلیغ ہی کا ایک درجہ شھادت علی الناس ہے۔ یہ انسان کا وہ طرزِ عمل ہے کہ دین لوگوں تک اس طور سے پہنچا دے کہ قیامت کے روز عدالت خداوندی میں یہ کہہ کر سرخرو ہو سکے کہ میں نے دعوت وتبلیغ کا کام اپنی استطاعت کے مطابق کیا ہے۔ سب سے پہلے یہ گواہی پیغمبر دیں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

''بھلا اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے، پھر ان پر (اے نبیؐ) آپ کو گواہ بنا دیں گے''۔ (النساء:41)

رسول اللہ ﷺ کی یہ گواہی ہمارے حق میں جائے گی یا پھر خلاف۔ کیونکہ پیغمبر تو ہم تک دین پہنچا کر اپنا فرض ادا کر چکے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ نوع انسانی کو یہ پیغام پہنچا کر حجت قائم کریں۔ اس بھاری ذمہ داری کے اٹھانے کی وجہ سے ہی تو یہ امت بہترین اُمت کہلائی دیکھئے قرآن مجید میں ہے:

''(مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جنہیں لوگوں (کی اصلاح وہدایت) کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم لوگوں کو بھلے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا ان میں سے کچھ مومن ہیں مگر ان کی اکثریت فاسق ہے''۔ (آل عمران:110)

اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اُس کے لئے صرف حضور ﷺ کا امتی ہونا کافی ہے تو یہ اس کی خود فریبی ہے کیونکہ اگر آج ہم اس ذمہ داری کو ادا نہیں کرتے تو دنیا کے گمراہ لوگ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ہمیں کسی نے دین پہنچایا ہی نہیں اور ظاہر ہے اگر اُن کا یہ عذر قبول ہو گیا تو پھر لینے کے دینے پڑ جائیں گے اور ہماری حالت یہ ہے کہ خود دین سے دور ہیں تو پھر دوسروں کو کیا سکھائیں گے اور کیا پہنچائیں گے۔

تیسرا دینی فرض: اقامت دین

تیسرا دینی فریضہ دین کو قائم کرنا ہے یعنی دین کو پورے کرہ ارضی پر غالب ونافذ کرنے کی جدوجہد کرنا۔ قرآن مجید میں ہے وربک فکبر ''یعنی اپنے رب کی تکبیر کرو۔ اس کی بڑائی کا چرچا کرنا اور نافذ کرنا کیونکہ حکم تو صرف اللہ کا ہے ﴿ان الحکم الا للہ﴾ اسی لئے رسول اللہ کو تکبیر کا رب کا حکم ملا جو انہوں نے پورا کیا۔ آپؐ کے بعد یہ اُمت کی ذمہ داری ہے کہ کرہ ارضی پر دین کو غالب کریں اور باطل کی جڑ کاٹ دیں تاکہ اللہ کا حکم غالب اور حاوی ہو جائے۔ بقول شاعر یہ ہماری زندگی کا مقصود ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

اللہ کے دین کو غالب ونافذ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے ساری زندگی اسی کام میں لگائی۔ صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد نے اس کام میں مال لگایا، صلاحیتیں صرف کیں اور جانیں قربان کیں۔ اسی جدوجہد اور سعی پیہم کا نام جہاد ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے:

''اور لڑتے رہو اُن سے یہاں تک کہ فساد ختم ہو جائے۔ حکم سب کا سب اللہ کا ہو جائے''۔ (الانفال:39)

یہ سب کچھ جان لینے کے بعد ہم مسلمانوں کا نماز روزہ پر اکتفاء کرنا کیا عجیب نہیں؟ آج دنیا میں اسلام کہاں غالب ہے۔ حیرت ہے کہ آج کا مسلمان یہ سب کچھ آنکھوں سے دیکھ کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے۔ جہاد صرف جنگ کا نام نہیں بلکہ جہاد مسلمان کی پوری زندگی کو محیط ہے۔ اُس کا ہر لمحہ دین کی سربلندی کے لئے استعمال ہونا چاہئے۔ یہ سعی وجہد قلم سے بھی ہے، مال سے بھی زبان سے بھی ہے اور پھر تلوار سے بھی ہے۔ آج اگر ہم اپنے اس فرض سے غافل ہیں تو حقیقی ذمہ داری سے فرار کی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور یہ طرزِ عمل بہت مہنگا پڑے گا۔ اسلام عافیت کوشی کا درس نہیں دیتا۔ مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ

(باقی صفحہ 18 پر)

مکتوب بنگلہ دیش

کچھ اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں!

اہل پاکستان کو ڈھاکہ سے مولانا ثمیر الدین کے مشورے

18/جون کا شمارہ پڑھ کر دل میں گہرا تاثر پیدا ہوا۔ جناب جاوید چوہدری صاحب نے میری دُکھتی ہوئی رگ میں نشتر لگا دیا۔ افکارِ معاصر کے کالم میں وہ فرماتے ہیں: ''ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری اسی وفاقی سوچ نے بنگالیوں کو ہم سے دور کر دیا تھا۔ یہی وہ حالات اور یہی وہ رویہ تھا جس کے نتیجے میں ملک ٹوٹ گیا تھا۔'' چوہدری صاحب کی حقیقت پر مبنی یہ تحریر آئینہ حقیقت بن کر ملک کے دانشوروں کے سامنے آئے گی۔ مغرب زدہ طبقے کے لوگ مغربی عینک سے ملکی معاملات کو دیکھنے کے عادی ہیں اور ہر اس تصور کو قابلِ رد سمجھتے ہیں جو ان کی طرزِ زندگی سے ہم آہنگ نہ ہو۔ اس لئے وہ صوبہ سرحد کی اسمبلی میں شریعت بل کی بلا اتفاق منظوری پر چراغ پا ہیں اور صوبہ سرحد کی اسمبلی میں اکثریت رکھنے والے منتخب اراکین کو ''مولوی'' کہہ کر ان کی داڑھی' شلوار قمیض پر اعتراض کرنے لگے ہیں حتیٰ کہ بے شرم ہو کر وہاں رکن اسمبلی کے برقعوں پر پل پڑے ہیں۔ اس مغرب زدہ طبقے سے مخاطب ہو کر شاعر مشرق علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

ان حضرات کو اپنا نام و مذہب تبدیل کر کے اصلی فرنگی صورت میں آ جانا چاہئے نہ کہ بزدل انسان بن کر مسلمانوں کے معاشرے میں طاعون پھیلانے کا بدکردار انسان بنے رہنا۔

یہ لوگ مشرف صاحب کی زبان سے باتیں کرتے ہیں اور اس ناعاقبت اندیش فوجی راہنما کے حاشیہ بردار بنے ہوئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ وفاقی حکومت کے دائرہ اختیار کو وسیع تر شکل دے کر صوبہ سرحد کے عوام کی اکثریتی رائے کو فوجی صدر کے بوٹوں تلے کچل دیں۔ ماضی میں مرحوم مشرقی پاکستان کے عوام کے ساتھ فوجی وردی والوں نے یہی کیا تھا۔ ملک کا مشرقی بازو کھو چکے ہیں' اب صوبہ سرحد اور بلوچستان کھونے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ مغرب زدہ طبقے کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی طرح غلام ذہنیت کے مالک لوگ ماضی میں ہمیشہ فوجی طاقت کے بل بوتے پر ملک کے عوام کو دبائے رکھنے کی پالیسی بروئے کار لاتے رہے اور عوامی محاذ میں شکست پر شکست کھاتے رہے حتیٰ کہ ملک کی جغرافیہ کی حفاظت بھی ان فوجیوں سے نہ ہو سکی۔ یہ شرمناک حشر دیکھنے کے بعد بھی ان طبقہ نادان کا ہوش ٹھکانے نہیں آیا۔ اگر صوبہ سرحد کے پٹھان پختونستان کا نعرہ لگا دیں' بلوچ لوگ آزاد بلوچستان کی باتیں کریں سندھ والے جئے سندھ کا علم دوبارہ بلند کر دیں اور بیرونی طاقتیں ان کو مواد فراہم کریں تو پھر اس وقت یہ فوج جو ہر جنگ میں بھارت کے ہاتھوں عبرتناک شکست اٹھا چکی ہیں ملک و ملت کی ہلاکت کا باعث بنے گی۔ یاد رکھئے فوجی وردی کے اندر گھمنڈ میں رہتا ہے سیاسی دور اندیشی اور فراست سے وہ بے بہرہ ہوتے ہیں۔ مجھے جناب جاوید چوہدری صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ پنجاب اسمبلی نے ''باوردی صدر'' کے حق میں اکثریت سے قرارداد پاس کرائی ہے اور برعکس اس کے کہ ایم ایم اے والوں نے باوردی صدر کے مخالف موقف اختیار کیا ہے۔ یہ بڑی شرم کی بات ہے۔ پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کے اراکین اسمبلی نے جمہوریت کے خلاف قرارداد پاس کر دی' یہ افسوسناک قرارداد پاس کر کے پنجاب اسمبلی نے جمہوریت کے چہرے پر تمانچہ مارا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ پنجابی لوگوں کے زیر سایہ جمہوریت پنپ نہیں سکتی اور اس اکثریتی صوبہ پر جمہوریت کا اختیار نہایت محدود ہے۔

علامہ اقبال مرحوم نے جو دو قومی نظریہ پیش کیا تھا اس سے ان لوگوں کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ پنجاب اسلام کی سربلندی میں قابل ذکر کارنامہ سرانجام دینے سے قاصر رہا۔ فوجی ڈکٹیٹروں کی حاشیہ برداری گویا ان کی گھٹی میں پیوست ہوگئی ہے اور اب چند مغرب زدہ لوگوں نے صوبہ سرحد کے لوگوں کے اسلامی شعار سے وابستگی کو تنقید و تضحیک کا نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے اور بڑی دھوم دھام کے ساتھ ''بسنت بہار'' کا تہوار منانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ اگر ہندوؤں کے تہوار ہی منانے ہیں تو پاکستان کی ضرورت کیا؟ سرحدیں ختم کر دو اور ..... ''تمدن ہنود'' کے نقشہ پر چلے جاؤ۔ اخبارات سے معلوم ہوا کہ پنجاب کے چند اونچے طبقے کے لوگ پنجابی قومیت کے سُر الاپ رہے ہیں۔ گویا ''پنجابستان'' بنانے کا سوچ رہے ہیں یعنی مشرقی پنجاب کے سکھوں سے مل کر الگ پنجابی قومیت کی بنیاد ڈالنا چاہتے ہیں۔ اچھی بات ہے خوشی سے پیش قدمی کیجئے۔ مگر یاد رکھئے صوبہ سرحد کے لوگوں کی جو داڑھی ان لوگوں کے دل میں کھٹکتی ہے تو وہاں کے سکھ تو بال تراشنے کو مذہباً اور عملاً ناقابل قبول قرار دیئے ہوئے ہیں۔ کیا پنجابی قومیت میں حل ہو کر ایک جان بننے میں سکھوں کی داڑھی آڑے نہیں آئے گی؟ تو پھر یہاں سنت رسول ﷺ کے ساتھ اتنی دشمنی کیوں پیدا ہو رہی ہے؟ سیدھی بات کرو پاکستان میں اسلام کو عملاً نافذ کرتے ہو کہ نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پاکستان کی خیر مناؤ۔ ''مینار پاکستان'' کو اکھاڑ پھینکو۔ ہندو بھارت سے مل جاؤ۔

یاد رکھو...... پاکستان کی ماں ''رائے عامہ'' یعنی جمہوریت اور باپ اسلام ہے۔ تم لوگوں نے فوجی جابروں کا ساتھ دے کر پہلے ہی فوجیوں کے بوٹ تلے پاکستان کی ماں کو ختم کر دیا ہے اور اب اسلام کو دیس سے نکال دے کر پاکستان کے باپ کو بھی قتل کرنے کے درپے ہو جو اصل میں خودکشی ہے۔ آج تک پاکستان کی قیادت مغرب زدہ طبقے کے قبضے میں رہی اور ملک آگے بڑھنے کے بجائے ٹوٹ گیا۔ ترقی کے بجائے تنزل سے دوچار ہے۔ کسی اسلامی جماعت کے ہاتھ میں قیادت نہیں رہی۔ لہٰذا مولویوں کو مورد الزام کوئی نہیں ٹھہرا سکتا۔ پاکستان اب تباہی کے کنارے پر کھڑا نظر آتا ہے۔ اس لئے مغرب زدہ طبقے کو عوام کے سامنے جواب دہی کرنے پڑے گی۔ امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب نے فرمایا۔

''قیام پاکستان کے بعد سے اب تک 56 برسوں میں مذہبی طبقات کے ہاتھ میں تو کبھی اقتدار نہیں رہا۔ اقتدار کے مسند پر تو ہمیشہ وہ طبقہ قابض رہا جو کالجوں اور یونیورسٹیوں کا تعلیم یافتہ لبرل خیالات کا حامل اور سائنسی ترقی کا حامی تھی۔ ملکی وسائل پر قبضہ ہمیشہ سے انہی لوگوں کا رہا۔ اگر ہم اس کے باوجود دنیاوی علوم اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی نہیں کر سکے تو اس کا الزام اسی طبقے پر ہے۔'' (ندائے خلافت شمارہ 18 جون 2003ء)

بنابریں ملک کو پسماندہ رکھنے کا قصوروار مغرب زدہ طبقہ ہی ہے۔ اس لئے طالبان یا مولویوں کو کوسنے کی کوئی معقول وجہ نہیں اور ملک کو دو یا دو سے زائد ٹکڑوں میں تقسیم سے روکنے کی ناکامی بھی مغرب زدہ فوجی ڈکٹیٹروں کے سر ہے۔ فوجی راہنماؤں کو چکمے دے کر امریکہ نے پاکستان کو دو ٹکڑے کر دیا ہے۔ اب ان کی آنکھوں پر پٹی چڑھا کر باقی ماندہ پاکستان کو بھی تقسیم کر دینا چاہتا ہے۔ آخر کشمیر کا جو حصہ پاکستان کے قبضے میں ہے اس کو آزاد کروا کے امریکہ انڈیا میں شامل کر دے تو یہ فوجی حکمران امریکہ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے۔ لہٰذا فوج کو بیرکوں میں واپس چلا جانا (باقی صفحہ 18 پر)

ملائیشیا

مسلمان دانشوروں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس ملائیشیا کے دارالحکومت کوالالمپور میں 10 جولائی کو منعقد ہوئی جس سے خطاب کرتے ہوئے ملائیشیا کے وزیراعظم ڈاکٹر محمد مہاتیر نے کہا دنیا بھر کے مسلمانوں نے عراقیوں اور اُن کے ملک کی سلامتی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' لیکن اُن کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ نے مسلمانوں کو تنہا چھوڑ دیا ہے' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے سائنس اور اسلحہ سازی کی صلاحیت اور اپنے دفاع کے لئے منظم فورس کی تیاری کے لئے خود کو ترقی یافتہ دنیا کے برابر لانے کی کوشش نہیں کی۔

اُندلس

اُندلس (ہسپانیہ) سے مسلمانوں کی بے دخلی کے 600 سال بعد غرناطہ میں عالی شان مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی ہے اور اسے جمعرات 10 جولائی کو عوام کے لئے کھول دیا گیا ہے جہاں چھ صدیوں کے بعد غرناطہ کی فضاؤں میں مؤذن کی صدائے اللہ اکبر پھر بلند ہوئی۔ تاریخی محل ''الحمرا'' کے سامنے البائسن کی چوٹی پر بننے والی یہ مسجد جنوبی شہر میں رہنے والے مسلمانوں کی بیس سالہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مسجد کے لئے جگہ لیبیا کی طرف سے ملنے والی فنڈ سے خریدی گئی۔ مسجد میں ایک اسلامی سنٹر' باغات اور ٹیرس بنایا گیا ہے' جس سے سرانوادا کے پہاڑ اور الحمرا کا محل صاف نظر آتا ہے۔ یاد رہے رومن کیتھولک بادشاہ فرڈیننڈ اور ازابیلا نے 1492ء میں الحمراء کا کنٹرول سنبھالا تھا اور اُس وقت کے آخری مسلمان حکمران ابوعبداللہ نے اشکبار آنکھوں سے الحمرا کی چابیاں عیسائی اتحادیوں کو دی تھیں۔

لیبیا سے ابتدائی فنڈ ملنے کے بعد اس منصوبے کو شارجہ کے امیر شیخ بن محمد القاسمی نے سنبھال لیا اور انہوں نے مسجد کمپلیکس کی تعمیر کے لئے 45 لاکھ ڈالر بھی دیئے۔ مراکش' برونائی اور ملائیشیا نے بھی اس کی تعمیر کے لئے چندہ دیا۔ مسجد کی تعمیر کا کام مراکش کے شاہ حسن دوم کی وفات اور اس مسجد کی جگہ سے آثارِ قدیمہ کی دریافت کے وقت کچھ دیر کے لئے روکنا بھی پڑا تھا۔ شاہ حسن دوم اس منصوبے میں بڑی دلچسپی لے رہے تھے۔

اس مسجد کا سنگ بنیاد پانچ برس قبل رکھا گیا اور اب سفید رنگ کی اونچی مسجد اردگرد کی پہاڑیوں کے ماحول کو زیادہ خوبصورت بنا رہی ہے۔ مسجد فاؤنڈیشن کے صدر ملک روئیض نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ خالص اسلامی تہذیب کے متلاشیوں کے لئے یہ مسجد ایک مثال اور حوالہ ہوگی۔ غرناطہ جیسے اسلامی تاریخی شہر کے ذریعے اہلِ سپین اور دوسرے یورپی باشندوں کو اسلام کی سچائی سے آگاہ کیا جائے گا اور پورے یورپ میں اس کی روشنی پھیلے گی۔ یہ کمپلیکس محض مسجد ہی نہیں کہ جہاں لوگ صرف نماز پڑھیں گے بلکہ یہاں مسلمانوں کو دینی تربیت دی جائے گی۔ انہیں قدیم و جدید علوم سے آشنا کیا جائے گا۔ تحقیق کرنے والوں کے لئے آسانیاں فراہم کی جائیں گی۔ یہاں کانفرنسیں اور نمائشیں بھی منعقد کی جائیں گی۔ مسجد فاؤنڈیشن کو سات ارکان کی کونسل چلائے گی۔

فلسطین

امریکا کے پسندیدہ (بہائی) حکمران محمود عباس کی مجلس وزراء نے قانونِ تعزیرات کا بل پیش کیا ہے جس کی رُو سے زنا' شراب' نشہ اور جوا جائز قرار دیا گیا ہے۔ قانون تعزیرات کا مسودہ گزشتہ دنوں مختلف سیمیناروں اور میڈیا میں موضوع بحث رہا اور مختلف شقوں کے حوالے سے متعدد اعتراضات سامنے آئے ہیں۔ زنا' ہتک عزت اور لواطت کے جرائم کو جرم کا درجہ دینے کے لئے مجبوری کی شرط عائد کی گئی ہے۔ اس کے برخلاف اگر یہ جرائم فریقین کی رضامندی سے انجام پائیں تو انہیں جرم نہیں کیا جائے گا۔ شق نمبر 257 کے مطابق جو کوئی صنف نازک کو مجبور کر کے یا دھمکی اور دھونس کے ذریعے اُسے بے آبرو کرے گا اُسے عمر قید کی سزا دی جائے گی۔ شق نمبر 260 میں تحریر ہے کہ جو کوئی مخالف فریق کی رضا و رغبت کے بغیر لواطت کرے گا اُسے عمر قید کی سزا دی جائے گی۔ زنا اگر طرفین کی رضامندی سے ہو تو اسے جرم نہیں کہا جائے گا۔ قانون صرف اُس صورت میں زنا کا جرم تسلیم کرے گا جب شوہر عدالت میں حاضر ہو کر شکایت پیش کرے گا۔ اگر شوہر نے واردات کے تین ماہ تک اس جرم کی شکایت عدالت میں پیش نہ کی تو اسے شکایت تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ دوسری شقوں کی رُو سے نشہ آور اشیاء یعنی شراب وغیرہ اگر دوسروں کی ایذا رسانی کا سبب نہیں تو جائز ہے۔ پندرہ برس سے بڑی عمر کے افراد کے لئے شراب کا استعمال جائز ہے۔ شق نمبر 283 کے تحت جوا کھیلنے کی عام چھوٹ دی گئی ہے۔ یہ قانون اُس ملک میں پیش ہوا ہے جس کی 95 فی صد آبادی مسلمان ہے۔

افغانستان

کابل میں 8 جولائی کو سینکڑوں مشتعل افغانوں نے پاکستانی سفارت خانے میں داخل ہو کر عمارت تباہ کر دی' جبکہ سفارتی عملہ تین گھنٹے تک محبوس رہا۔ اس دوران افغان حکومت خاموش تماشائی بنی رہی۔ حملہ آور دو گھنٹے تک توڑ پھوڑ کرتے رہے اور کمپیوٹر اور دوسرا دفتری سامان بالکل تباہ کر دیا۔ حملے کے باعث پاکستان نے کابل میں سفارت خانہ غیر معینہ مدت کے لئے بند کر دیا۔ افغانستان کے صدر حامد کرزئی نے ہاٹ لائن پر صدر جنرل پرویز مشرف سے رابطہ کر کے اس ناخوشگوار واقعے پر معافی مانگ لی اور یقین دلایا کہ مستقبل میں ایسے واقعات کا اعادہ نہیں ہونے دیا جائے گا۔ لیکن دوسرے ہی دن 9 جولائی کو شمالی شہر مزار شریف میں بھی بلخ یونیورسٹی کے 50 طلبہ نے پاکستان کے خلاف مظاہرہ کیا۔ پاکستان اور جنرل مشرف کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے اقوام متحدہ کے مقامی دفتر تک مارچ کیا۔ 10 جولائی کو شمالی صوبے لغمان اور قندھار میں احمد شاہ ابدالی کے مزار پر بھی ایک مظاہرہ ہوا۔ پاکستان پر افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت اور سرحدی خلاف ورزیوں کا الزام لگایا گیا ہے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ خورشید قصوری نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان نے کسی افغان چوکی پر قبضہ نہیں کیا۔ پاکستانی فوج اپنے علاقے میں کارروائی کر رہی ہے۔ افغانستان میں پاکستان سفیر رستم خان مہمند نے کہا کہ سفارت خانے پر حملے کی ذمہ داری افغان حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اس حملے میں بعض اعلیٰ سرکاری عہدے دار حتیٰ کہ سٹیٹ بنک آف افغانستان کے صدر بھی ملوث ہیں۔

ضرورت رشتہ

چغتائی خاندان کی بیٹی' عمر 19 برس' تعلیم بی ایس سی' مروجہ دینی تعلیم سے آراستہ' خوش شکل' ستر و حجاب کے احکام کی پابند کے لئے تعلیم یافتہ' برسرِ روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے جو محمدیؐ کلچر پر عمل پیرا ہو اور ہندوانہ طرزِ معاشرت اور رسم و رواج سے بچتا ہو۔

رابطہ بذریعہ خط و کتابت:
پروفیسر حافظ محمد اشرف' صدر شعبہ معاشیات
گورنمنٹ اسلامیہ کالج آف کامرس' راوی بلاک
علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور

☆ ☆ ☆

☆ ہمشیرہ رفیقہ تنظیم 38 سالہ ایم ایس سی لیکچرار کیمسٹری' پٹھان خاندان کے لئے تعلیم یافتہ برسرِ روزگار رشتہ درکار ہے۔ کنوارے' رنڈوے یا دوسری شادی کے خواہشمند حضرات رجوع کر سکتے ہیں۔

رابطہ: مسز عظمیٰ آصف فون: 5123681

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کا دورۂ کراچی 3 تا 6/جولائی 2003ء

امارت کی ذمہ داری پر فائز ہونے کے بعد یہ دوسرا موقع تھا کہ امیر محترم کراچی تشریف لائے۔ چونکہ درمیان میں کافی وقفہ ہو چکا تھا لہٰذا رفقاء نے اس کو شدت سے محسوس کیا اور جس کا اظہار انکی خواہش سے ہوتا ہے جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔

امیر محترم 3/جولائی کی شب کراچی پہنچے اور انکا پہلا پروگرام وہ خطاب جمعہ تھا جو انہوں نے 4/جولائی کو مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی میں کیا جس کا موضوع ''موجودہ صورتحال میں مسلمانوں کیلئے لائحہ عمل'' تھا، یہ خطاب دن کے ایک بجے شروع ہوا۔ انہوں نے صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے حکمرانوں کا قبلہ ہمیشہ واشنگٹن رہا ہے کیونکہ وہ امریکہ کو اپنے اقتدار کے استحکام کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ طالبان حکومت کے خاتمہ میں کردار ادا کر کے ہمارے حکمران یہود و نصاریٰ کے آلہ کار بنے۔ اپنوں سے بے وفائی اور غیروں سے وفاداری کے نتیجہ میں پاکستان کو مشروط امریکی امداد کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مزید برآں، ایٹمی پاکستان کو اسرائیل کے خلاف غیر مؤثر بنانے کیلئے اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مطالبہ سامنے آیا ہے، حالانکہ بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے اسرائیل کو مغرب کی ناجائز اولاد قرار دیا تھا اور مصوّر و مفکرِ پاکستان علامہ اقبال نے اس جواز کو جو فلسطین میں اسرائیلی ریاست کے قیام کے طور پر پیش کیا گیا تھا غلط قرار دیا تھا۔ اسرائیل دنیا کی سب سے بڑی دہشت گرد ریاست ہے اور اسے تسلیم کرنے کا مطلب عالمی سطح پر دہشت گردی کو جواز بخشنا ہوگا۔

بعد از نماز عصر قرآن اکیڈمی میں رفقاء کے ساتھ امیر محترم کی خصوصی نشست ہوئی جس میں تقریباً 150 رفقاء نے کھل کر اظہار خیال کیا۔ انکی جانب سے یہ مطالبہ بڑی شدت سے سامنے آیا کہ امیر محترم ہر ماہ کراچی تشریف لایا کریں اور تناظیم کے دورے بھی کیا کریں، بعد ازاں جب اس موضوع پر امیر محترم سے امیر حلقہ نے گفتگو فرمائی تو انہوں نے از راہ کرم یہ خیال ظاہر فرمایا کہ انکی کوشش ہوگی کہ ہر ماہ وہ یا ناظم اعلیٰ میں سے ایک ضرور کراچی آسکیں دیگر امور کے علاوہ جن امور پر رفقاء نے اظہار کیا وہ ذاتی دعوت کے حوالے سے رفقاء کی تربیت اور موجودہ عالمی صورتحال کی روشنی میں منہج نبویؐ کے آخری مرحلے پر ہم نے جو اجتہاد کیا ہے اس پر نظر ثانی کی ضرورت تھی۔ امیر محترم نے فرمایا کہ ذاتی دعوت میں جس بات کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ جذبۂ خلوص و اخلاص ہے۔ تاہم انکی رہنمائی بھی ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں ابوظہبی کے رفیق محترم شیبا احمد نے کچھ طریقے اختیار کئے ہیں۔ وہ جب کراچی آئیں تو ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

منہج نبویؐ کے آخری مرحلہ میں نظر ثانی کی ضرورت پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ فی الحال ہم اس منہج کے جن مراحل سے گزر رہے ہیں ان کے تناظر میں حالات میں تبدیلی سے ہمارے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اصل بات فکری اور عملی صراط مستقیم پر گامزن رہنا ہے۔

تاہم اس مسئلے کو شوریٰ میں زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پہلو نظر انداز ہو رہا ہے جس پر توجہ کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اس پروگرام کو ''امیر کٹہرے میں'' کا عنوان دیا۔ نوجوان رفقاء نے جس جوش و جذبے اور دلائل کے ساتھ گفتگو کی وہ یقیناً حوصلہ افزاء ہے اس حوالے سے کہ ایسے نوجوانوں کی شمولیت تنظیم میں بڑھ گئی ہے جو نہ صرف اپنی سوچ رکھتے ہیں بلکہ مافی الضمیر کا بطریق احسن اظہار کرنے پر قدرت بھی رکھتے ہیں۔

5 جولائی کی صبح امیر محترم کی ARY ٹی وی چینل پر تقریر ریکارڈ ہوئی سہ پہر 4:00 بجے رفقاء کے ساتھ انفرادی ملاقاتوں کا سلسلہ دفتر حلقہ میں شروع ہوا یہ سلسلہ نماز مغرب تک جاری رہا۔ ملاقاتوں میں راقم سمیت 6 رفقاء شامل تھے۔

نماز مغرب کے بعد امیر محترم کے ساتھ حلقہ کے ارکان مجلس، مشاورت کے ساتھ ایک غیر رسمی ملاقات کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے نقشے کے ذریعہ امیر محترم کو کراچی کے نقشے پر مختلف تناظیم کے علاقے دکھائے گئے۔ ناظم تربیت جناب عمران خان نے حلقہ کی مجموعی کارکردگی کا چارٹ اور تناظیم کی مختلف اعتبارات سے تیار کردہ گرافک چارٹ پروجیکٹر کے ذریعے پیش کیا۔ بعد ازاں، امراء تناظیم نے اپنا اور اپنی تنظیم کا تعارف پیش کیا اور نقیب منفرد اسرہ نے اپنا اور اپنے اسرے کا، مختلف موضوعات پر غیر رسمی گفتگو بھی ہوئی۔

اگلی صبح 6 جولائی کو فاران کلب میں امیر محترم نے ''شرک اور اقسام شرک'' کے موضوع پر سورۂ لقمان اور سورۂ نساء کی آیات کی روشنی میں گفتگو فرمائی جس کے دوران انہوں نے شرک کی تعریف بھی بیان فرمائی اور مختلف اعتبارات سے شرک کے اقسام پر اجمالی گفتگو بھی فرمائی۔ اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ شرک وہ گناہ ہے جس کی کوئی معافی نہیں۔ ہر مسلمان کو شرک کی مختلف اقسام سے آگاہی ہونی چاہیے تاکہ وہ اس سے مجتنب رہ کر اس کی شناعت سے محفوظ رہے۔ اسی دن شام 8:00 بجے امیر محترم عازم لاہور ہوئے۔

(رپورٹ: محمد سمیع)

اسرہ بہاول پور کی ماہانہ شب بسری

بہاولپور میں دفتر تنظیم اسلامی واقع حاصلپور روڈ مدینہ ٹاؤن 9/B-C میں پروگرام کا آغاز امیر حلقہ جناب منیر احمد صاحب کے درس سے ہوا جس کا موضوع تھا ''فرائض دینی کا جامع تصور'' اس موضوع پر بہت ہی بہترین انداز میں بات کو واضح کیا گیا اور لوگوں میں فرائض کی ادائیگی کا احساس پیدا کیا گیا۔

یہ خطاب تقریباً 1 گھنٹہ 20 منٹ یعنی مغرب سے لے کر عشاء تک جاری رہا۔ اس کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی اور نماز کی ادائیگی کے بعد جناب منیر صاحب نے درس دیا جو کہ 20 منٹ پر محیط تھا۔ اس کے بعد جناب بشیر احمد صاحب نے نماز ترجمہ کے ساتھ یاد کرائی اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا' رات آرام سے قبل تمام ساتھیوں کا تعارف ہوا' صبح تہجد کے لئے 3 بجے جگایا گیا۔ نماز فجر کے بعد پروگرام کا اختتام وقار اشرف بھائی کے درس قرآن سے ہوا۔ پروگرام میں لوگوں کی تعداد تقریباً 50 تھی۔

(رپورٹ: محمد ظفر اقبال)

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب
کی فکر انگیز تقریر
''اسرائیل نامنظور''
آڈیو سی ڈی اور کیسٹس میں دستیاب ہے
قیمت فی سی ڈی/کیسٹ =/۳۰ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن
36 کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 03-5869501
www.tanzeem.org e-mail: info@tanzeem.org

میاندم میں مدرسین کے لئے تربیتی پروگرام

مورخہ 14 جون 2003ء کو بعد نماز عصر لاہور ''مرکزی دفتر تنظیم اسلامی'' سے جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر ناظم دعوت کی امارت میں ڈرائیور سمیت گیارہ آدمیوں کا قافلہ روانہ ہوا جو رات بارہ بجے نوشہرہ دفتر تنظیم اسلامی پہنچا۔ ایک رفیق منتظر تھے۔ سب نے کھانا کھایا اور سو گئے۔ نماز فجر تمام رفقاء نے مسجد میں باجماعت ادا کی اور بغیر کسی توقف کے سفر شروع کیا۔

15 جون صبح سوا دس بجے گاڑی ایک خوبصورت تین منزلہ بنگلے کے سامنے رکی۔ یہ مقام میاندم سے تین کلومیٹر قبل ''خیر آباد'' میں ہے۔ برلب سڑک یہ بنگلہ ڈاکٹر محمد اقبال صافی صاحب کا ہے جسے انہوں نے تنظیم اسلامی کو استعمال کے لئے دے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ معتمد عمومی جناب شاہ وارث صاحب (حلقہ شمالی سرحد) تیمرگرہ اور نصر اللہ (سرحد جنوبی) پانچ رفقاء کے ساتھ ایک دن پہلے تشریف لا چکے تھے۔ تاکہ تمام انتظامات مکمل کر لئے جائیں۔ جناب مولانا غلام اللہ حقانی صاحب بھی ہم سے پہلے پہنچ چکے تھے۔ بعد نماز عصر جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب نے تربیتی پروگرام کا آغاز کیا۔ اس کے بعد تعارفی نشست ہوئی۔ پھر نماز مغرب ادا کی گئی اور بانیٔ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ویڈیو کیسٹ ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ'' ایک گھنٹہ سنی۔ عشاء کی نماز ادا کی' کھانا کھایا اور سونے کی تیاری کی۔

16 جون رات کے تیسرے پہر رفقاء اٹھ گئے' اس کے بعد نماز فجر ادا کی۔ جناب مختار حسین فاروقی صاحب ہر نماز کے بعد حدیث برائے تذکیر سناتے۔ لیکن فجر کی نماز کے بعد درس قرآن ہوتا۔ نوجوان مدرس جناب حافظ عبداللہ محمود صاحب نے جو سول انجینئر ہیں سورۃ البقرہ رکوع نمبر 4 کا درس دیا۔ تھوڑے آرام اور ناشتے کے بعد مذاکرہ کا پروگرام تھا۔ عنوان تھا ''مطالبات دین'' مدرس تھے نوجوان رفیق محمد رشید ارشد صاحب۔ چائے کے وقفہ کے بعد انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب کے ذمہ ''ایمان کی حقیقت اور اس کے تقاضے (ثمرات)'' بیان کرنا تھے۔ انہوں نے باقاعدہ نوٹس تیار کئے تھے جو احباب میں تقسیم کر دیئے گئے۔ بعد نماز عصر جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت شعیبؑ تک انبیاء علیہم السلام کے حالات نوٹس کے ذریعے بیان کیے۔ بعد نمازِ مغرب بانیٔ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ویڈیو کیسٹ ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ...... کرنے کا اصل کام' ایک گھنٹہ سنی۔

17 جون بروز منگل صبح تین بجے تہجد کے لئے رفقا اٹھ گئے۔ نماز فجر کے بعد جناب رحمت اللہ بٹر صاحب نے درسِ قرآن دیا۔ ناشتہ کے بعد جناب محمد رشید ارشد صاحب کا مذاکرہ پروگرام تھا جس کا موضوع تھا ''قرن اوّل میں اسلام کی دو عظیم ترین حقیقتیں: قرآن اور جہاد''۔ تاریخ اسلام میں مدرس ڈاکٹر طاہر خاکوانی صاحب نے نوٹس کے ذریعے تاریخ بنی اسرائیل پڑھائی اور مستقبل میں یہودیوں کے عزائم کا ذکر کیا۔ نماز مغرب کے بعد حسبِ معمول نشاۃ ثانیہ کی ویڈیو کیسٹ ایک گھنٹہ سنی۔ نماز عشاء کے بعد حدیث کی اقسام پر سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

18 جون۔ اذان فجر کے بعد ایمان کو تر و تازہ رکھنے کے لئے سورۂ آلِ عمران کے آخری رکوع کے حوالے سے گفتگو کی۔ جناب محمد اشرف وصی صاحب نے بڑے احسن انداز میں آیاتِ انفسی کی طرف توجہ دلائی۔ نماز فجر کے بعد جناب فضل حکیم صاحب نے درسِ قرآن دیا۔ سورۂ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع کو موضوع بنایا۔ بنی اسرائیل کے دو عروج اور دو زوال کا اجمالاً ذکر کیا اور قرآن کی دعوت کو پُر زور انداز میں پیش کیا۔ چائے کے وقفہ کے بعد ''بنیادی اصطلاحاتِ حدیث'' موضوع تھا۔ مدرس رشید ارشد صاحب تھے۔ انہوں نے ''موضوع حدیث'' کی تفصیلات بیان کیں کہ کس طرح حدیث کے ساتھ اضافہ یا کمی لوگ کرتے رہتے ہیں۔ مثالیں دے کر سمجھایا کہ جب معلوم ہو جائے کہ یہ موضوع حدیث ہے' اس کو بیان کرنا قطعاً جائز نہیں۔ روایت اور درایت کو بھی واضح کیا۔ ان کے بعد ''فتنہ دجالیت اور عہد حاضر'' مختار حسین فاروقی صاحب کے ذمہ مضمون تھا۔ انہوں نے نوٹس کے ذریعے واضح کیا کہ فتنۂ دجال اصل میں یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ ہے اور آخر میں دجال اکبر بھی ان میں سے ہوگا۔ بعد نماز عصر تاریخ اسلام کا پیریڈ تھا۔ اس کے مدرس جناب ڈاکٹر طاہر خاکوانی صاحب تھے۔

19 جون اذان فجر کے بعد جناب محمد اشرف وصی صاحب نے سورۂ آل عمران کی آخری آیات کے حوالہ سے گفتگو کی۔ نماز فجر کے بعد کفیل احمد ہاشمی صاحب نے سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات کے حوالہ سے درسِ قرآن دیا۔ ناشتہ کے بعد جناب رحمت اللہ بٹر نے ''نظم جماعت کی پابندی اور اطاعتِ امیر بمقابلہ تنازعہ فی الامر'' کے موضوع پر مذاکرہ کرایا۔ بعد ازاں تعارفِ اصول فقہ موضوع تھا۔ مدرس مولانا غلام اللہ خان حقانی صاحب تھے۔ جناب انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب کے ذمہ ''اجتماعیت میں ایثار'' پر روشنی ڈالنا تھا۔ انہوں نے سمجھنے اور سمجھانے کے معاملہ کو آسان کرنے کے لئے نوٹس تیار کئے تھے۔ جو رفقاء میں تقسیم کر دیئے گئے سورۃ الحشر کی روشنی میں ﴿یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ﴾ کی تشریح کی۔ انہوں نے کہا کہ اجتماعی زندگی کی جزو بنیاد یہی ایثار ہے۔ ایثارِ وقت' جان و مال اور رائے کا ایثار جب تک نہ ہو کسی بھی جدوجہد کا وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو اصلاً نکلنا چاہئے۔ بعد نماز عصر تاریخ اسلام میں دورِ خلافت راشدہ کا پروگرام تھا۔ مدرس جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی صاحب تھے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ڈھائی سال کا دورِ خلافت حضرت عمرؓ کا دس سال اور حضرت عثمان غنیؓ کا ساڑھے بارہ سال اور حضرت علیؓ کا پانچ سالہ دورِ خلافت بیان کیا۔ جو اہم امور ان حضرات نے انجام دیئے ان کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا۔ قبل از نماز مغرب جناب مختار حسین فاروقی صاحب کا پروگرام ''قرب الٰہی/ منزل احسان'' تھا۔ انہوں نے انائے کبیر اور انائے صغیر پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ حدیث جبرائیل بیان کی اور درجہ احسان کو واضح کیا۔ نماز مغرب کے بعد حسب پروگرام ''نشاۃ ثانیہ'' کی ویڈیو کیسٹ دیکھی گئی۔ بعد نماز عشاء ''تعارف اصولِ فقہ'' کا پروگرام تھا۔ مدرس تھے جناب غلام اللہ حقانی' انہوں نے مختلف مثالیں قرآن حدیث سے دے کر چند فقہی اصول بتائے جو بہت ہی دلچسپ انداز میں بیان کئے گئے۔ احباب نے ان سے مطالبہ کیا آپ ان کے نوٹس بنائیں تاکہ مزید سمجھنے میں آسانی ہو۔

20 جون بعد از اذان فجر جناب محمد اشرف وصی صاحب نے سورۂ آل عمران کے آخری رکوع کی آیات کو موضوع بنایا اور فرمایا کہ ہم وقت کو غنیمت سمجھیں' اس لئے کہ معلوم نہیں کہ کس وقت چراغ گل ہو جائے' لہٰذا ہمیں فکر کرنی چاہیے اور اللہ کی معرفت حاصل کرنی چاہئے۔ جو شخص اس دنیا میں بے خوف رہا آخرت میں اسے امن نصیب نہیں ہوگا۔ بعد نماز فجر جناب غلام اللہ حقانی صاحب کا درس قرآن تھا۔ سورۃ الکہف کا پانچواں رکوع جس میں دو اشخاص کا مکالمہ آیا ہے' تفصیل سے بیان کیا۔ خالد محمود عباسی صاحب کے ذمہ مذاکرہ کا پروگرام تھا۔ عنوان ''موجودہ مسلمان معاشرے کا اسلام کے ساتھ تعلق اور دورِ حاضر میں دعوت کے تقاضے'' تھا۔ تربیت گاہ کے شرکاء کا ''کالام'' میں نماز جمعہ ادا کرنے کا پروگرام تھا۔ لہٰذا دس بجے روانگی ہوئی' تین گھنٹے کی مسافت کے بعد کالام جامع مسجد پہنچے۔ نماز جمعہ ادا کی۔

21 جون اذان فجر کے بعد ''بیسویں صدی کی تحریکیں'' بیان تھا جناب ڈاکٹر طاہر خاکوانی صاحب کا۔ آج کے بیان میں حزب اللہ' الاخوان' تبلیغی جماعت' جماعت اسلامی اور طالبان کے زیر عنوان گفتگو ہوئی۔ نماز فجر کے بعد جناب مشتاق حسین صاحب نے سورۂ طٰہٰ کی آخری آیات کا درس دیا۔ سورۂ یونس اور سورۃ الفرقان کی آیات کی روشنی میں تشریح کی۔ منہج انقلاب نبوی ﷺ پر مذاکرہ کے مدرس تھے جناب خالد محمود عباسی صاحب۔

اس تربیت گاہ کا آخری پروگرام امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب کا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تنظیم کی تاریخ میں مدرسین کی پہلی تربیت گاہ ہے۔ آپ حضرات صرف مدرس ہی نہیں بلکہ میرے مشیر ہیں۔ پھر انہوں نے چند ہدایات دیں کہ اپنا عمل درست کریں' قول و فعل کے تضاد سے بچیں' نظم کے تقاضوں کو پورا کریں' سوءِ ظن سے بچیں 'اننی من المسلمین کا نقشہ پیش کریں' عجب و تکبر کا ادراک حاصل کر کے شیطان کے حملوں سے بچیں اور اپنا محاسبہ خود کرتے رہیں۔ اس پروگرام پر میاندم میں مدرسین کی یہ خصوصی تربیت گاہ اختتام کو پہنچی۔

آخر میں ناظم تربیت نے حلقہ سرحد شمالی اور جنوبی رفقاء و ذمہ داران کا خصوصی شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس تربیت گاہ کے انتظامات میں بھرپور تعاون کیا اور تمام شرکاء کا شکریہ بھی ادا کیا۔

(رپورٹ: خادم حسین' وزیر آباد)

ضرورت رشتہ

25 سالہ سنّی' ایم ایس سی (کمپیوٹر سائنس)' کنواری بیٹی' قد پانچ فٹ کے لئے نیک' کنوارے اور برسرِ روزگار نوجوان کا رشتہ مطلوب ہے۔ رابطہ: ڈاکٹر اسامہ قریشی' کمرہ نمبر 7' فلور 5' ابرار بزنس سنٹر 25 مین وحدت روڈ' لاہور ٹیلی فون: 0300-8425011

in the hope that the "daily attacks" of Iraqi freedom fighters will blow up the worthless Pakistani soldiers and save the more precious and worthy US lives. But I am sure somehow this will be in the best interests of Pakistan.

Although some US officials seem to naively think that "*It would be hard for loyalists to deposed Iraqi president Saddam Hussein 'to sustain attacks on forces wearing NATO or UN patches on their shoulders'*"; this, however, is a wild fantasy. The freedom fighters of Iraq are neither stupid nor blind. They recognize friend from foe, and liberator from invader. They will target any and all who help the Americans to strengthen their jaws over the oilicious country. AFP reported in the same article, "*Republican committee chairman John Warner called the situation in Iraq 'serious,' adding that everybody in the US Senate is 'somewhat concerned' about the level of violence against coalition forces.*" Notice that the apprehension concerns "the level of violence against coalition forces"! So the pretext that Iraqi freedom fighters will not attack non-US, Pakistani soldiers, is nothing but wishful thinking, for it is the whole of coalition army that is under attack. Of utmost significance is that question: **does Pakistan really want to get stuck in a situation that even the ambitious, mighty Americans see as "serious"?**

In addition, another question surfaces: who will incur the costs of sending and maintaining our forces in Iraq? Apparently, the USA will not be picking up the bill. The very reason of their wish to involve other forces is: "*defraying the mounting cost of US military operations*". In the final analysis, the bill will be sucked, in one form or another, from the Pakistani people – who are already committing suicides in the national interest due to the strategic *ghareeb-mukao* (eliminate-the-poverty-stricken) policy of the government. This will be hardly in our national interests. This also seems like a good way for the US to have us spend our $3 billion handout – the much applauded token of our tail wagging at Camp David. In case we must send our soldiers to die in Iraq (in our best national interests of course) then our dictator-in-charge should at least have to audacity to put conditions to the US that Pakistani companies will be allowed to partake in the reconstruction of Iraq and Pakistan should be allotted its due share of Iraqi oil. Needless to say, the due share should be free of cost. This will be in our best interests.

If the US needs other countries to partake against the freedom fighting in Iraq, let it call on its other allies, such as Australia, India, Canada, Israel, etc. There is nothing for Pakistan to gain from this misadventure other than, perhaps, more charity in our begging bowl – something that only our government, not the Pakistani people, sees as a formidable victory.

In Pakistan, there is only one person who benefits by sending forces to Iraq, and that is our dictator-in-charge. By committing our sons, and maybe our daughters, to the "serious" mess in Iraq, he will get a pat on the back from his *guru* in Washington. This may serve to strengthen and prolong his unconstitutional, complacent invasion of his own country. But this will be at the cost of continued murder of democratic principles, further decay of the already-frail economy, and the loss of valuable Pakistani soldiers. Can we bare these risks?

Ever since its invasion, the Musharraf regime has adopted policies that have lowered our heads in shame. It's ironic to see the chief of the armed forces adopting policies that befit only a weakling. Its time for the Pakistani general to act like a real soldier and take some tough decisions – say NO to the futile adventure of sending our forces to Iraq and spare us more humiliation. The slogan of "Pakistan first" demands this.

بقیہ: مکتوبِ شکاگو

تعلیمی کیریئر خطرے سے دوچار رہا کرتا تھا۔ ان خواتین کا یہ بھی کہنا ہے کہ آزادی ہمیں گرلز سکولوں میں میسر ہے جبکہ بوائز کے ساتھ ہمیں قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کو۔ایڈ میں پڑھانے والے استادوں کی بھی ڈیمانڈ یہی ہے کہ خواتین اور مردوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ علیحدہ ماحول اور کلاس رومز میں تعلیم حاصل کریں کیونکہ ریاضی اور فزکس جیسے مضامین میں دونوں کی کارکردگی میں نمایاں فرق ہوتا ہے اور ہمیں بہت محنت کروانا پڑتی ہے۔ یہ تو تھے دنیا کے سب سے آزاد معاشرے کے خیالات لیکن اگر ہم نیک نیتی سے جائزہ لیں تو دیکھیں گے کہ اسلامک سوسائٹی میں کو۔ایجوکیشن ایک اجنبی آئیڈیا ہے۔ اس کے لئے کوئی اچھی سوشل یا اکنامک وجہ ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی۔ صرف پرائمری لیول پر بچے اکٹھے پڑھ سکتے ہیں لیکن ۱۰۔۹ سال کی عمر سے لڑکے لڑکیوں کو علیحدہ تعلیمی سہولیات مہیا کرنا ہماری قومی نہیں بلکہ دینی ڈیوٹی ہے۔ ان کے اساتذہ بھی انہی کی صنف کے ہونے چاہئیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ ہم بالکل ہی اندھے ہو گئے ہوں اور مغرب کی آزادی نسواں کی ان تحریکوں کے نقشِ قدم پر چلنے پر بضد ہوں جن کا کھوکھلا نعرہ isolation نہیں co-education ان کی تہذیب کے لئے دردِ سر بن چکا ہے۔

کوئی مسلمان اس حکمت سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا جو اسلام نے صنفوں کی علیحدگی کا مطالبہ کر کے ہماری روزمرہ زندگی اور سوشل روابط میں پنہاں کر رکھی ہے۔ اسلام نے ہر ہر سطح پر اختلاطِ مرد و زن کی ممانعت کر کے اسلامی معاشرے کو ان دلدلوں میں گرنے سے بچانے کا اہتمام کئی سو سال پہلے کر دیا تھا جن میں آج کا مغرب گلے تک دھنس چکا ہے۔ لیکن کیا کیجئے کہ ہمارے رویے بالکل گھڑی کے پنڈولم کی مانند ایک سے دوسری انتہا تک تو پہنچتے رہتے ہیں اور درمیان میں آنے والی حقیقتوں سے چشم پوشی کئے رکھتے ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنے رویوں پر نظرِ ثانی کر لیں وگرنہ کل کو ہم بھی معاشرے کی بے راہ روی پر سر جوڑے کو۔ایجوکیشن سے چھٹکارہ کیسے حاصل کیا جائے قسم کے منصوبے بنانے پر مجبور ہو جائیں گے لہٰذا ایسا کام کیا ہی کیوں جائے جس سے چھٹکارے کی تدبیر بھی کرنی پڑے۔

بقیہ: مکتوبِ بنگلہ دیش

چاہئے۔ پاکستان کی موجودہ فوجی قیادت تو مجاہدین کو گرفتار کر کے امریکہ کے زندان خانہ میں بھیج رہی ہے۔ حالانکہ کشمیر اور افغانستان کی لڑائی میں انہوں نے ہی مجاہد گروپوں کو تربیت دی ہے۔

آخر میں جناب جاوید چوہدری صاحب کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ انہوں نے بروقت یہ مضمون لکھ کر قوم کو بیدار کر دیا ہے اور پاکستان کو برباد ہونے کے خطرہ سے بچانے کا راستہ دکھایا ہے۔

بقیہ: دعوت و تحریک

رسول اللہ ﷺ کے مشن کو آگے بڑھائیں اور اسی محنت میں اُن کی زندگی کے ماہ و سال لگیں۔ پس یہی ہے فوز و فلاح کی راہ۔ قرآن مجید میں ہے:

"اللہ پسند کرتا ہے اُن لوگوں کو جو لڑتے ہیں اُس کی راہ میں صف باندھ کر گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں"۔

(الصف:4)

on political nor on moral grounds. Under such circumstances, Pakistan will have no choice except to lend full and unconditional support to the Arabs; and, in order to stop the unnecessary provocation and usurpation, do whatever is within its means, with all its power and strength.

It is evident that both Quaid-e-A`zam and `Allamah Iqbal equated the recognition of Israel as the recognition of tyranny and injustice.

The whole debate surrounding the issue of recognizing Israel is, in reality, a contest between ideational principles and temporal expediency. Ideational principles demand that Israel should not be recognized at any cost, whereas, temporal expediency seeks to secure immediate gains, gains that will not be long-lived anyhow.

We need to understand that the conflict over Palestine is not between the Arabs and Israel, instead, it is between Muslims and Jews. In this connection, the shameful acquiescence of the Arab world cannot serve as an argument for us to do the same. Israel considers Pakistan as the greatest threat to its existence and, as such, it will continue to target Pakistan with malicious intent. No amount of acquiescence and kowtowing can prevent Pakistan from being 'next'. There is only one moral and brave way out of the present predicament: instead of trying to appease and please the world powers, Pakistan should turn to please Allah (SWT) and put all its trust in Him (SWT). Pakistan should take a strong stance and say no to America. At the same time, we should strive to establish the Just Social Order of Islam in Pakistan, thereby, securing Allah's (SWT) pleasure and succor. If we accomplish this, then nothing can harm us.

THE FUTILITY OF SENDING FORCES TO IRAQ

By Adnan Rehman

Ever since they unconstitutionally took the country hostage, the Dictator-President Musharraf and his cohorts in the establishment have embarked on an unprecedented spree of "strategic" and "in-the-national-interest" policies that have murdered even the last remaining ounce of sanity and common sense. From the unholy assistance in the barbaric and shameful slaughter of Afghanistan to the unethical decision to recognize the illegitimate, terrorist state of Israel, there is a long list of policies that have not only proven disastrous on the economic scale but have destroyed the very fabric of principles which define Pakistan and comprise the very foundation of its *raison d'etre*. The latest addition to such illogical and unethical marvels is the self-annihilating decision to send Pakistani forces to Iraq.

To weigh the pros and cons of this proposition, we will view the issue within the context of the dictator-in-charge's newly carved slogan, "Pakistan first". The slogan demands that the nation and its people should be prevented against getting stuck in a situation that is not in their best interest. The slogan necessitates that the nation should not be utilized as a plaything to serve the interests of others.

In the pre-Musharraf times, national forces had only one hostile front to look after. Now, after the gloomy dawn of Musharrafic revolution, our forces are divided between two hostile fronts. The second front is bestowed upon us as the reward of playing accomplices to the US in their barbaric slaughter of Afghanistan – once a friendly country that would guard the interests of Pakistan more than Pakistanis themselves (in the wake of the recent Afghani demonstrations against Pakistan, one shivers at the thought of what this post-Taleban animosity may lead to).

The unjustified war on Iraq was neither in the interest of Pakistan, nor in the interest of the Arab world. The only ones to truly gain from this war – which now turns out was based on white lies – were the Americans, the Israelis and, to some extent, the Europeans. This reality was realized by the whole world, as was proven by mass demonstrations throughout the globe. And whereas the then-pending Iraqi massacre was strongly condemned throughout the world, even by America's close allies, the Pakistani government was found wandering in the jungles of the English vocabulary, shaking with fear of American anger if too strong a lexicon was utilized to reject what was ostensibly an act of naked aggression and terrorism. Nonetheless, in a murmuring tone, full of fright, the Pakistani government "apologized" to the Americans for not being able to partake in the Iraqi massacre. It seems as if the government now wants to make it up to America by sending forces to Iraq.

In this connection, a very logical question arises: if yesterday it was correct not to partake in the war on Iraq, how is it correct today to send forces there? We need to realize that the reason for American wish to involve forces other than its own is to use them as shields to safeguard the lives of American soldiers and use non-american forces to carry out their dirty work. This was implied in an article appearing in AFP (July 10): *"Internationalization (of forces in Iraq) is increasingly seen as a way of not only defraying the mounting cost of US military operations in Iraq, but stemming the daily attacks US soldiers there have encountered."* The simplest way of "*defraying the mounting cost of US military operations*" is to have the burden shared by other militaries, such as the rich and affluent Pakistani army. As for "stemming the daily attacks" on US soldiers, one way is to increase the ratio proportion of non-US soldiers in the coalition forces, thereby, decreasing the chances of US casualties and, reciprocally, increasing the chances of non-US casualties. So it turns out that the Pakistani soldiers will go to Iraq simply to offer their bodies

Vol : 12 Regd.No.LRL-50 No.26
Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

WHY ISRAEL IS UNACCEPTABLE?

By Dr. Israr Ahmed

In the 55-year long history of Pakistan, there have always been whispers pertaining to the recognition of the state of Israel. However, it is for the first time in the history of the country that this issue has been vociferously articulated by the highest authority in the country. What is more, it seems that the decision to recognize Israel has been taken already; the only remaining hurdle is the selection of a suitable time to make this announcement. For this reason, the sell-out intellectuals are on an argument-mounting spree to justify their proposition that there is no harm in recognizing the state of Israel. In this background, let us try to shed light on the subject as to why we should not recognize the state of Israel.

To deepen our understanding of the issue at hand, let us glance at the subtle, mysterious correlations and implications that arise due to the historical emergence of the two states in question. On the outward, three traits stand out as common between the two – although, in reality, they are not points of commonality as such. Firstly, both states were founded on religious basis. In case of Pakistan, it is an established fact that it was created in the name of Islam. As for Israel, though it is said that it was founded in the name of religion, this is truly a myth, for the real basis for the state of Israel was on racial grounds, hence, Israel is, in actuality, a racial state. Secondly, both states emerged within the same period in history. Pakistan was born nine months earlier than Israel. In my opinion this was not a coincidence. For, in accordance with a saying of the Prophet (SAW) – "*Allah (SWT) has not created a disease without creating its cure*" – Pakistan was created as an "antidote" to the state of Israel and will face up Israel in the final confrontation of Truth and falsehood. Thirdly, both states, in their prominence, constitute "tips of the iceberg". Israel, though a minute country, is supported by the entire span of the Christian, especially the WASP, world; whereas Pakistan, also a small country, is the hope of entire Muslim world for the revival of Islam. Before the Doomsday, both of these "icebergs" shall collide with each other.

Aside from the commonalities, a striking difference between the two states exists: that while Pakistan came into being due to the peaceful and constitutional efforts of the longtime-resident, indigenous Muslim population of India, the state of Israel, in stark contrast, was founded on terrorism and injustice by a foreign people.

It is a historical fact that Jews have always exploited their friends and allies to their own advantage. Let us cast a brief glance over Jewish history to prove this point. Jews were driven out of Palestine thousands of years ago and were dispersed all over the world. Wherever they were able to establish themselves, they conspired against their protectors (Muslim Spain, a case in point). It was due to such conspiracies that they were able to create a religious divide among the Christian world by prompting the birth of a secular, ultra liberal Christian sect – the Protestants. Since then, the Jews have exploited the Protestants to accomplish most of their ill-conceived objectives, such as: the promotion of secularism and the establishment of interest-based banking system. The banking system was used as a bait to clutch the whole of Christian world into the jaws of interest-based lending and, thus, into perpetual debt.

While tightening their grip over the Christian world, the Jews began to conspire in order to acquire Palestine as their homeland. Here again, they exploited the Protestant Britain to obtain permission to purchase land in Palestine and begin settlement. Once they reached high numbers in population, the Jews resorted to the use of force and aggression to illegally oust the age-old indigenous Palestinian inhabitants out of their homeland. This unjust usurpation of land and inhumane expulsion of the innocent native inhabitants eventually resulted in the creation of the state of Israel.

It was for these reasons that the two father figures of Pakistan were hostile towards the idea of an Israeli state. Iqbal's stance on the issue is exemplified in a relevant couplet:

If the Jews are entitled to the land of Palestine
Why aren't the Arabs entitled to the land of Spain?

Iqbal's argument was plain and simple: if the Jews – who were ousted from Palestine nearly 2000 years ago and lived there as captives (not rulers) – can be allowed to return en-masse to Palestine; then by the same pretext, the Arabs should be allowed to return to Spain, where they actually ruled for hundreds of years.

As for Quaid-e-A'zam, he made his views known in an interview to Reuters on 25th October, 1947:

Our stance on the issue of Palestine has been made clear by the leader of the delegation to United Nations, Muhammad Zafarullah Khan. I am hopeful, even now, that the plan of division (of Palestine) will be rejected. Otherwise, the emergence of a dangerous conflict is imminent and unavoidable. The conflict will not be restricted to the Arabs and those imposing the plan of division, rather, the whole Islamic world will practically rebel against it; because such a decision (the establishment of Israel) can be sanctioned neither